16/12

ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار: شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمہ اللہ
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۹ ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ
۲۶ جولائی ۱۹۶۸ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

ہدیہ ۲۵ پیسے

صد احادیث نبوی ؐ

جامع شریعت وطریقت وتاج العلماء والصلحاء حضرت مولانا بشیر احمد پسروری مدظلہ

(گذشتہ سے پیوستہ)

مسواک کی فضیلت

۲۳۔ عن عائشۃ رضی اللہ تعالےٰ عنہا عن النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم قال فضل الصلوٰۃ بسواک علی الصلوٰۃ بغیر مسواک سبعون ضعفاً

ترجمہ:۔ ام المومنین سیدۃ النساء حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مسواک استعمال کرکے وضو کیا جائے تو اس وضو سے جو نماز ادا کی جائے وہ نماز ایک سو چالیس درجہ افضل ہے اس نماز سے جس کے وضو میں مسواک کا استعمال نہ کیا گیا ہو۔ اگر مسواک استعمال کرکے دو رکعت پڑھی جائیں تو ہر دو رکعتیں بغیر مسواک والی نماز پر ستر رکعت سے زیادہ افضل ہیں

۲۴۔ عن ابن عباسؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لقد اُمِرتُ بالسّواک حتیٰ ظننتُ انہ ینزل علیّ بہ قرآن۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے مسواک کا اتنا شدت اور کثرت کے ساتھ حکم دیا گیا کہ میں نے سمجھا کہ مسواک کرنا بھی وضو کی طرح فرض کر دیا جائے گا۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشاء کے بعد آرام فرماتے تھے تو مسواک سرہانے رکھ لیتے تھے اور بیدار ہونے پر مسواک ضرور استعمال فرمایا کرتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ سونے سے پہلے اور بیدار ہونے کے بعد نہایت پابندی کے ساتھ مسواک استعمال فرمایا کرتے تھے

ام المومنین سیدۃ النساء حضرت میمونہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے اور بیدار ہونے کے بعد مسواک ضرور ہی استعمال فرمایا کرتے تھے۔ (ص۱۱۳-۱۱۴)

۲۵۔ عن علیؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لولا ان اشقّ علیٰ اُمّتی لَاَمَرتُہُم بالسّواک مع کل وضوءٍ

ترجمہ: فرمایا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسواک کرنے سے منہ پاک اور صاف ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ میں مسواک کو وضو کی طرح فرض کر دوں۔ لیکن امت پر یہ بوجھ ہوگا اس لئے فرض کا حکم نہیں دیتا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کو کان پر رکھتے تھے جیسے لکھنے والے قلم کو کان پر رکھ لیا کرتے ہیں۔ سفر میں مسواک، کنگھا، سرمہ اور شیشہ ساتھ رہتا تھا۔ ص۱۱۴

ولادت کے موقع پر احکام شرعیہ

۲۶۔ عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ستۃ من السنۃ فی الصبی یوم السابع یسمّی و یختن و یماطُ عنہ الاذی یعقّ عنہ و یحلق رأسہ و یتلطخ و یتصدق بوزن شعر رأسہ ذھباً او فضتاً۔

ترجمہ: ابن عباسؓ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بچہ کی پیدائش پر سات کام کرنے سنت ہیں:۔

۱۔ ساتویں دن بچے کا نام رکھ لینا (۲) ختنہ کرا لینا۔ اگر کسی مصلحت سے ساتویں دن ختنہ نہ ہو سکے تو کوئی حرج نہیں (۳) عقیقہ دے کر بلیات دفع کرنا (۴) سر منڈانا (۵) زعفران سر پر لگانا (۶) سر کے بالوں کے وزن کی مقدار کا سونا یا چاندی فی سبیل دینا۔ کے

پاجامہ یا سلوار کی اہمیت

۲۷۔ عن واصل مولی ابن عیینۃ قال اوحیٰ اللہ الی ابراھیم یا ابراھیم انّکَ اکرمُ اھل الارض اِلیّ فاذا سجدّت فلا تری الارض عورتک قال فاتخذ سراویل۔

ترجمہ: حضرت واصل سے روایت ہے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی طرف وحی فرمائی۔ فرمایا کہ اے ابراہیمؑ! آپ میری نظر میں سب سے زیادہ عزت اور عظمت والے ہیں۔ جب آپ نماز پڑھیں تو ستر اتنا مکمل ہونا چاہئے کہ زمین بھی آپ کی شرمگاہ کو نہ دیکھ سکے۔ (جب انسان نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو تہ بند بندھا ہوا ہو۔ تو زمین اور شرم گاہ میں کوئی حجاب نہیں ہوتا) لہذا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے لئے سلوار بنائی۔ (ص۱۱۵)

رشتہ داروں کی فی سبیل اللہ امداد کرنا

۲۸۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصدقۃ علی المسکین صدقۃٌ وعلیٰ ذی الرحم اثنتان صدقۃ وصیلۃ وافضلھا الصدقۃ علیٰ ذی الرحم۔

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غریب اور مسکین کو فی سبیل اللہ دینا ایک صدقہ ہے۔ اور غریب رشتہ دار کو دینا یہ صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی اس کا ثواب دوگنا ہوگا اور ایسے غریب رشتہ دار کو دینا جس کے دل میں آپ کی محبت اور ہمدردی نہیں یہ سب سے زیادہ بہتر اور باعث ثواب ہے

وراثت کے متعلق شریعت کا حکم

۲۹۔ عن عائشۃؓ ان رجل قال لھا انی ارید ان اوصی قالت کم مالک قال ثلاثۃ الافٍ قالت عیالک قالت اربعۃ۔ قالت قال اللہ ان ترک خیرًا وھٰذا شیءٌ یسیر فاتو لہ لعیالک فھو افضل

ترجمہ: ام المومنین سیدۃ النساء حضرت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ۱۴ | ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۶ جولائی ۱۹۶۸ء | شمارہ ۱۲

مغربی تہذیب و تمدن اور تبلیغِ عیسائیت کے گہوارے

بعض ذمہ دار افراد سے پتہ چلا ہے کہ حکومت مغربی پاکستان عیسائیت کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کو روکنے کے لئے شعبۂ تبلیغ قائم کرنے کی ایک تجویز پر غور کر رہی ہے اور ہمارے خیال میں یہ ایک نہایت ہی مستحسن اقدام ہے لیکن اس سے پیشتر کہ یہ قدم اٹھایا جائے ضروری ہے کہ ان راہوں کو بھی بند کرنے کی تجاویز زیرِ غور لائی جائیں جن سے عیسائیت آتی اور پھیلتی پھولتی ہے اور ہماری رائے کے مطابق مشن اور کانونٹ اسکول قسم کے ادارے بھی عیسائیت کی نشو و نما میں ریڑھ کی ہڈی کا کام دیتے ہیں اور بنیادی حیثیت رکھتے ہیں اور مغربی تہذیب و تمدن اور عیسائیت کی تبلیغ کے گہوارے ہیں۔ اور اس لئے ان کی طرف سب سے پہلے توجہ دینی چاہئے۔ چنانچہ یہ حقیقت کسی سے چھپی ہوئی نہیں کہ علماءِ کرام اور ملک و قوم کے حقیقی معنوں میں بہی خواہ افراد پاکستان میں اس قسم کے تبلیغی اداروں کے خلاف ایک طویل مدت سے ناپسندیدگی اور برہمی کا اظہار کر رہے ہیں اور وہ اس اظہارِ برہمی میں فی الحقیقت حق بجانب ہیں۔ کیونکہ ان اداروں میں جس انداز کی تعلیم دی جاتی ہے اور جس طریق پر طلباء کی تربیت کی جاتی ہے اس سے ہماری نئی پود میں اپنے دین، اپنے وطن، اپنی روایات اور اپنی تہذیب سے کوئی لگاؤ باقی نہیں رہتا۔ تعلیم و تربیت کا حاصل تو یہ ہونا چاہئے کہ طلباء کے اخلاق بہتر ہو جائیں اور انہیں اپنی روایات، اپنی قوم، اپنے مذہب اور اپنے تمدن سے وابستگی و شیفتگی پیدا ہو جائے۔ لیکن ان اداروں میں تعلیم و تربیت کا حاصل یہ نکلتا ہے کہ نئی نسل کے دلوں اور دماغوں میں طرح طرح کے شکوک و شبہات جنم لینے لگتے ہیں اور وہ اپنی تہذیب، اپنی مذہبی و ملی روایات، اپنے تمدن اور اپنے دین سے دُور تر ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اس صورتِ حال کے نتیجے میں اب بھی بہت سے بچوں کا یہ حال ہے کہ وہ خود اپنے وطن میں اجنبیت محسوس کرنے لگے ہیں یا ایسی زندگی گذار رہے ہیں جیسے وہ کسی یورپین نسل سے تعلق رکھتے ہیں اور بھولے سے یہاں پاکستان میں آ گئے ہیں اور عیسائیت کا خام مال ہیں۔

ظاہر ہے کہ اس کی ذمہ داری ان افراد اور اداروں پر عائد ہوتی ہے جو ان سکولوں کو چلانے کے ذمہ دار ہیں۔ لیکن اس معاملے میں ہماری حکومت بھی ذمہ دار ہے اور خود وہ افراد بھی کم قصور وار نہیں جو اپنے بچوں کو مشنری سکولوں میں بھیجنے یا داخل کرانے پر اصرار کرتے ہیں —— ہم نے دیکھا ہے کہ بعض لوگ تو مغربیت کے اتنے دلدادہ ہیں کہ ان کے نزدیک تعلیم ہی فقط وہ ہے جو مشنری یا کانونٹ سکولوں میں دی جائے —— پھر ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں جن کی غلامانہ ذہنیت اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ وہ اپنے سکولوں کو بھی یہی شکل دینے کے قائل ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہ بھی اسی طرز پر کام کریں —— نام ہوں تو مشنری سکولوں کے طرز پر اور ان میں تعلیم و تربیت ہو تو وہ بھی مغربی ڈھنگ کی۔ نتیجہ یہ ہے کہ نسل کی نسل ہی بگڑتی چلی جا رہی ہے اور تہذیبِ حاضر کے اسیر خوش ہیں کہ ہم نام نہاد ترقی کی طرف گامزن ہیں —— چنانچہ بعض لوگ اس صورتِ حال سے خوب فائدہ اٹھا رہے ہیں اور انہوں نے منافع کمانے کے لئے ایسے ایسے روپ دھار رکھے ہیں کہ بس توبہ ہی بھلی —— مشنری سکولوں کے مشابہ اپنے سکولوں کے نام رکھ کر طلباء سے لمبی لمبی فیسیں وصول کرنا اور انہیں جی بھر کر لوٹنا اُن کا مشغلہ بن چکا ہے —— لیکن والدین اور طلباء ہیں کہ مغربیت کی راہ پر چلنے کے جنون میں فریب پر فریب کھائے چلے جاتے ہیں۔ اور خوش ہیں کہ گوہرِ مقصود ہاتھ آ رہا ہے لیکن حال ان کا یہ ہے کہ ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

دین تو ہاتھ سے جاتا ہی ہے دنیا کے سکھ بھی کھو بیٹھتے ہیں۔ اور بالآخر اکبر مرحوم کا یہ شعر گنگناتے ہوئے پائے جاتے ہیں ؎

ہم ایسی سب کتابیں قابلِ ضبطی سمجھتے ہیں
جنہیں پڑھ پڑھ کے بیٹے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

بدقسمتی سے محکمہ تعلیم کی پالیسی بھی اصلاحی نکتۂ نگاہ سے سرتاسر ناقص ہے۔ جہاں اس میں بے حد مذہبی نقائص ہیں وہاں اس سلسلے میں یہ بھی بہت بڑا نقص ہے کہ اس نے خود یورپین طرز کے سکولوں کا ایک علیحدہ زمرہ بنا دیا ہے اور انہیں مراعات دے رکھی ہیں۔ نتیجتاً انگریزی طرز کے سکولوں کی ظاہری ٹیپ ٹاپ کو دیکھ کر عام سکولوں میں تعلیم

(باقی صفحہ ۶ پر)

مجلسِ ذکر — ۱۴ر ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۱ر جولائی ۱۹۶۸ء

اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

از: حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم ——— مرتبہ: محمد عثمان غنی

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی ——— اما بعد:
فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم: بسم اللہ الرحمن الرحیم:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

(پ ۳-س آل عمران آیت ۳۱)

ترجمہ: کہہ دو اگر تم اللہ کی محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو تاکہ تم سے اللہ محبت کرے اور تمہارے گناہ بخشے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

زندگی گذارنے کا صحیح نمونہ

بزرگانِ محترم! آپ اگر مقبولِ بارگاہِ الٰہی بننا چاہتے ہیں۔ تو اللہ تعالٰے کا جو نمونہ طے کیا ہوا ہے، اس نمونے کے مطابق زندگی گذاریے۔ یہی درحقیقت دنیا کے اندر بھی سب سے بڑی عزت کا موجب ہے اور آخرت کے اندر بھی نجات کا سامان ہے۔ اللہ تعالٰے جس سے راضی ہو جائے، اللہ کا نبی جس سے راضی ہو جائے۔ اس کا بیڑا پار ہے ——— اللہ تعالٰے ہمیں بھی حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اتباع عطا فرمائیں — اللہ کو راضی کرنے کے لئے اتباع نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) ضروری ہے اور اللہ کے نبیؐ کی اتباع کے لئے ہمیں اُن کی پوری سیرت اور زندگی کا مطالعہ کرنا چاہئے ——— اور واقعہ یہ ہے کہ سوائے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی شخص کی سیرت، سوانح اتنی مکمل دنیا کے اندر آج محفوظ نہیں ہے۔ اللہ تعالٰے نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نمائندہ اور ہمارے لئے اسوہ اور نمونہ اور ایک مثالی شخصیت بنا کے دنیا کے اندر پیش کیا۔

اب ہم اگر حکومت میں ہیں تو ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق کار کے مطابق اپنی ذمہ داریاں نبھانا چاہئیں۔ اگر ایک محدث ہیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عادات و خصائل اور آپ کے ارشاداتِ مبارکہ کو منقح کر کے اصلی صورت میں تفصیل کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہئے۔ ایسے ہی اگر کوئی سپہ سالار ہے، کوئی اگر صرف باپ کی حیثیت سے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھنا چاہے، کوئی اگر صرف ایک مصلح اور ریفارمر کی حیثیت سے دیکھنا چاہے تو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی واحد شخصیت ہے جو جامع، اکمل، کامل اور مکمل ہے۔ ظاہر اور باطن دونوں میں ید طولےٰ رکھتے ہیں۔ یہ ہمارا دعوےٰ ہے کہ اللہ کی ذات کا تو کوئی ہمسر و شریک نہیں لیکن اللہ کے بعد اللہ کے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بھی کوئی ثانی نہیں۔

ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

محمدؐ کی غلامی دینِ حق کی شرطِ اول ہے

ہمیں فخر ہے اور ہر بڑے سے بڑے ولی کو فخر ہے کہ آپؐ کی غلامی کا طوق ہماری گردن میں ہے آپ کی غلامی کا شرف ہمیں حاصل ہے۔ ساری دنیا کی ساری آزادیاں اس ایک غلامی پر قربان کی جا سکتی ہیں۔ یہ غلامی دنیا میں سب سے بڑی آزادی کی ضمانت اور آخرت کے اندر کامیابی کی سند ہے۔

اسوۂ نبیؐ سے ہٹ کر زندگی گذارنے کا ایک واقعہ

قبل از تقسیم ہمارے ملک میں مغربی یونیورسٹیوں کے ایک بہت بڑے تعلیم یافتہ شخص تھے۔ جو ہمارے ملک کی ایک یونیورسٹی سے متعلق سب سے اونچے عہدے پر فائز تھے جو بعد میں شاید کسی ملک میں سفیر کے عہدے پر ہوتے ہوئے مرے ہیں۔ ساری زندگی غیر شادی رہے شادی کی نوبت ہی نہ آئی۔ ڈگریوں کی لائنیں تھیں۔ اور ان کے معاوضے میں جو دولت ملتی تھی وہ کتوں کے پالنے پوسنے میں خرچ کرتے تھے سابق پنجاب کے علاقے میں اس سیہ کار نے ان گنہگار آنکھوں سے دیکھا کہ کتا کمرے کے اندر چارپائی پر پڑا ہے اور چارپائی کے نیچے ریت، ریت پر پانی ڈال رکھا ہے۔ کمرے کے باہر نوکر بیٹھا ہوا پنکھا ہلا رہا ہے اور اس کی ڈیوٹی یہی ہے کہ کتے کی خدمت کرتا رہے۔ بھینس دے رکھی ہے کہ لسی خود پیو اور مکھن کتوں کو کھلاؤ۔ چونکہ گرمیوں میں یورپ سے درآمد کردہ بعض نہایت قیمتی نسل کے کتوں کے پاگل ہو جانے کا خطرہ ہے تو لازماً ان کو نوکروں کے ساتھ مری بھیجنا پڑتا ہے۔ اب اگر ان کے بیوی بچے ہوتے تو اللہ کی عطا کردہ دولت صحیح مصرف میں لگتی۔ لیکن اسوۂ نبیؐ سے ہٹنے کی وجہ سے بجائے صحیح جگہ خرچ کرنے کے ساری زندگی کی کمائی غلط جگہ خرچ کرتے رہے۔

حضورؐ اخلاقِ کریمانہ کے مجسم نمونہ تھے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالٰے نے بلاشبہ سب سے بڑا خلیق، سب سے بڑا متحمل و بردبار، سب سے زیادہ مہذب اور شائستہ اور سب سے زیادہ عفو و درگذر کرنے والا بنا کر بھیجا۔ ارشادِ نبویؐ اس پر شاہد ہے۔ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ (پ ۲۹ س القلم آیت ۴)

(بے شک آپ اخلاق کے بلند ترین درجہ پر ہیں) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی عظمت اور دین کی

(باقی صفحہ ۱۶ پر)



۲۲ ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۹ جولائی ۱۹۶۸ء

ایمان کی حفاظت کا نسخہ

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ : اما بعد :
فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :-

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۙ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۚ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۗ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۙ

ترجمہ: قسم ہے تارے کی جب گرے۔ تمہارا رفیق نہیں بہکا اور نہ بے راہ چلا اور نہ وہ اپنی خواہش سے کچھ کہتا ہے۔ یہ تو وحی ہے جو اس پر آتی ہے۔

حاشیہ شیخ الاسلام رح

گرے سے مراد یہ ہے کہ غروب ہو اور رفیق سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یعنی نہ آپ غلط فہمی کی بناء پر راستہ سے بہکے نہ اپنے قصد و اختیار سے جان بوجھ کر بے راہ چلے بلکہ جس طرح آسمان کے ستارے طلوع سے لے کر غروب تک ایک مقررہ رفتار سے متعین راہ پر چلے جاتے ہیں کبھی اِدھر اُدھر ہٹنے کا نام نہیں لیتے آفتابِ نبوت بھی اللہ کے مقدر کئے ہوئے راستے پر برابر چلا جاتا ہے ممکن ہے کہ ایک قدم اِدھر یا اُدھر پڑ جائے۔ ایسا ہو تو ان کی بعثت سے جو غرض متعلق ہے وہ حاصل نہ ہو۔ انبیاء علیہم السلام آسمانِ نبوت کے ستارے ہیں۔ جن کی روشنی اور رفتار سے دنیا کی راہنمائی ہوتی ہے اور جس طرح تمام ستاروں کے غائب ہونے کے بعد آفتابِ درخشاں طلوع ہوتا ہے۔ ایسے ہی تمام انبیاء کی تشریف بری کے بعد آفتابِ محمدی مطلع عرب سے طلوع ہوا۔ پس اگر قدرت نے ان ظاہری ستاروں کا نظام اس قدر محکم بنایا ہے کہ اس میں کسی طرح تزلزل اور اختلال کی گنجائش نہیں تو ظاہر ہے کہ کس قدر مضبوط و مستحکم ہونا چاہئے ان باطنی ستاروں اور روحانی آفتاب و ماہتاب کا انتظام جن سے ایک عالم کی ہدایت و سعادت وابستہ ہے (چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو آخری رسول اور ہدایتِ خداوندی کا آخری نشان ہیں گا) کوئی کام تو کیا ایک حرف بھی آپ کے دہنِ مبارک سے ایسا نہیں نکلتا جو خواہش نفس پر مبنی ہو بلکہ آپ جو کچھ دین کے باب میں ارشاد فرماتے ہیں وہ اللہ کی بھیجی ہوئی وحی اور اس کے حکم کے مطابق ہوتا ہے اس میں "وحی متلو" کو "قرآن" اور "وحی غیر متلو" کو "حدیث" کہا جاتا ہے۔

بزرگانِ محترم! یہاں حق تعالیٰ سبحانہٗ نے ستاروں کی قسم کھا کر جو اللہ تعالیٰ کی عزت و عظمت کے مظہر ہیں کہا ہے کہ لوگو! محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک لمحہ کے لئے بھی نہ بھکے ہیں اور نہ اپنی راہ سے ہٹے ہیں۔ ان کی جو بات ہوتی ہے وہ وہی ہوتی ہے جو ہم بذریعہ وحی یا الہام بتا دیتے ہیں۔ وہ اپنی من مانی خواہشات کے متبع ہو کر کوئی بات نہیں کرتے بلکہ وہاں تو معاملہ یہ ہے ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

ہمارے حضرت قطب العالم شیخ التفسیر نور اللہ مرقدہٗ اسی لئے فرمایا کرتے تھے کہ منکرِ حدیث منکرِ قرآن ہے منکرِ قرآن خارج از اسلام ہے یعنی بے ایمان ہے ـــ وہ اکثر فرمایا کرتے تھے اور ان کے اکثر خطبوں اور مجالس ذکر کے مضامین میں یہ درج ہے کہ حدیث کا انکار قرآن کا انکار ہے۔ قرآن وحی متلو ہے اور حدیث وحی غیر متلو۔ وہ وحی جلی ہے اور یہ وحی خفی۔ منکرین حدیث میں ایمان نہیں رہتا وہ ایمان سے خالی ہیں۔ انسان طبعاً سہل انگاری چاہتا ہے اور انکارِ حدیث سے بہت سی باتوں سے نجات مل جاتی ہے ـــ اس لئے انکارِ حدیث کے فتنے اور دوسرے تمام فتنوں سے ہر گھڑی بچنے کی دعا مانگنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو فتنوں سے بچائے اور جو ان میں پھنس گئے ہیں اُن کو ان سے نکلنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین!

فتنوں کی پیشین گوئی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کی پیشین گوئی فرمائی اور فرمایا ہے کہ ان فتنوں کے ایام میں انسان صبح کو مومن ہوگا تو شام کو کافر، اور شام کو مومن ہوگا تو صبح کو کافر ـــ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ ہمیشہ مومن صادق رکھے اور کفر کے اندھیروں سے بچائے۔ آمین۔
مشکوٰۃ شریف کی "کتاب الفتن" میں ایک روایت ہے :-

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بادروا بالاعمال فتنا کقطع اللیل الظلم یصبح کافرا یبیع دینہ بعوض من الدنیا (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اعمال کے ساتھ جلدی کرو۔ ایسا فتنہ جو مثل اندھیری رات کے ٹکڑے کی طرح ہے (اس میں) صبح کو ایک شخص مومن ہوگا اور شام کو کافر ـــ وہ اپنے دین کو دنیا کے عوض بیچے گا۔

حاصل یہ نکلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے پُرفتن دور کی پیشین گوئی کی

ہے جب کہ ایک شخص صبح کو مومن ہوگا اور شام کو کافر اور شام کو مومن ہوگا تو صبح کو کافر ہوگا اور اس کی وجہ یہ ہوگی کہ وہ دین کو دنیا کے لئے بیچ دے گا۔ پس ہر شخص کو ہمیشہ اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیئے، ہر گھڑی اس کی حفاظت کرنی چاہیئے تاآنکہ یہ لحد میں پہنچ جائے اور دین کو دنیا پر ہر حال میں ترجیح دینی چاہیئے۔

محترم حضرات! موجودہ زمانے میں بہت سے فتنے پیدا ہو گئے ہیں اور مسلمانوں پر ہر طرف سے شیطان کے حملے ہو رہے ہیں تاکہ اُن کا ایمان باقی نہ رہے۔ کہیں ارتداد کے فتنے سر اٹھا رہے ہیں، کہیں تجدید دین کے روپ میں مسلمانوں کے ایمانوں کو لوٹنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور بے دینی کو دین ظاہر کیا جا رہا ہے، کہیں ختم نبوت کا انکار ہو رہا ہے، کہیں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جو دینِ مبین کے معیار اور نبوتِ محمدیہؐ کے گواہ ہیں مجروح کرنے اور تنقید کے ترازو میں تولنے کی سازشیں ہو رہی ہیں، کہیں حدیث کا انکار ہو رہا ہے۔ غرضکہ ہر طرف فتنے ہی فتنے ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کو نہایت احتیاط، تندہی، جاں سپاری اور خلوص و ایثار کے ساتھ اپنے آپ کو فتنوں کی لپیٹ سے بچنا چاہیئے اور میدانِ عمل میں اتر کر باطل کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔ اور اپنے ایمانوں کو بچانے کی پوری فکر کرنی چاہیئے۔ چنانچہ اس وقت اپنے ایمانوں کو بچانے کی سب سے موثر صورت یہی ہے کہ ہم کتاب و سنت کو مشعلِ راہ بنائیں اور مضبوطی کے ساتھ قرآن و حدیث کا دامن پکڑ لیں اور ان ارشاداتِ ربانی پر سختی سے عمل پیرا ہوں:۔

كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ (س توبہ ع ۱۵)

ترجمہ: سچوں کے ساتھ رہو!

اور دوسری جگہ آتا ہے:۔

وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝

ترجمہ: اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جو بھیڑ بکری اپنے ریوڑ میں رہتی ہے وہ گڈریے کی حفاظت میں رہتی ہے۔ اور بھیڑیے سے بچی رہتی ہے لیکن جو بھیڑ یا بکری اپنے ریوڑ سے علیحدہ ہو جاتی ہے وہ گڈریے کی حفاظت سے نکل جاتی ہے اور بھیڑیا جلد اس کو شکار کر لیتا ہے۔

پس اے برادرانِ عزیز! آج فتنوں کے زمانے میں جب کہ مومنوں پر ہر طرف سے ایمان کے ڈاکوؤں اور بھیڑیوں کی یلغار ہے وہی شخص اپنا ایمان بچا سکے گا جو حق پرست جماعت سے وابستہ رہے گا اور کتاب و سنت کو حرزِ جان بنائے گا۔

حق پرست جماعت کی علامت

آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے حق پرست جماعت کی علامت خود بیان فرما دی ہے۔ اور اس لئے وہی شخص حق پرست ہوگا جو اس جماعت سے وابستہ رہے گا —— مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے:۔

عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جیسا کہ بنی اسرائیل پر آیا تھا۔ بالکل درست اور ٹھیک جیسی کہ دونوں جوتیاں برابر اور ٹھیک ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں سے اگر کسی نے اپنی ماں سے بدفعلی کی ہوگی تو میری امت میں بھی ایسے لوگ ہوں گے جو ایسا کریں گے اور بنی اسرائیل کی قوم بہتر فرقوں میں منقسم ہو گئی تھی، میری امت تہتر فرقوں میں منقسم ہو گی۔ جن میں سے صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا اور باقی سب دوزخ میں جائیں گے —— صحابہؓ نے پوچھا۔ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) جنتی فرقہ کون سا ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا۔ وہ فرقہ جس میں میں ہوں۔ اور میرے اصحاب ہیں —— گویا بقول رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم "ما انا علیہ واصحابی" حق پرستی کا معیار اور تھرمامیٹر ہے اور وہی جماعت حق پرست ہو گی جو اس کسوٹی پر پوری اُترے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسی جماعت سے وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور یہی وہ جماعت ہے جس سے وابستہ رہ کر اس دورِ پُرفتن میں ایمانوں کی حفاظت ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے ایمانوں کی حفاظت کرنے اور اہلسنت والجماعت میں شامل رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا اللہ العالمین۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ۔

بقیہ: اداریہ

پانے والے بچوں کی غالب اکثریت اپنی نادانی کی وجہ سے احساسِ کمتری میں مبتلا ہو جاتی ہے حکومت کا فرض ہے کہ وہ تمام تعلیمی اداروں میں ایک ہی قسم کا نصاب مقرر کرے۔ اور مشنری اسکولوں کو قطعی طور پر بند کر دے۔ تاکہ بچوں کو مغربیت کی افیون پلانے والے یہ اڈے سرے سے ہی نابود ہو جائیں۔

انگریز نے نصاب تعلیم اپنی منشا کے مطابق محض اس نکتۂ نظر سے ترتیب دیا تھا کہ یہاں کے رہنے والے اپنی تہذیب، اپنی ثقافت، اپنے تمدن اور اپنے مذہب سے دُور ہو جائیں۔ اس کا مطمحِ نظر ہی یہ تھا کہ اُسے اپنی مشین کے کل پرزے میسر آ جائیں اور وہ جہاں اور جس جگہ چاہے انہیں اپنے مقاصد کے لئے حسبِ ضرورت استعمال کر سکے۔ چنانچہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوا اور ایسا کارنامہ کر گیا جو فرعون بچوں کے قتل کے باوجود انجام نہ دے سکا تھا۔ بہرحال اب جبکہ فرنگی اقتدار اپنا پشتارہ اٹھا کر رخصت ہو چکا تھا اور پاکستان اسلام کے نام پر عالم وجود میں آ چکا تھا۔ حکومت پر لازم تھا کہ یہاں اسلامی تعلیمات کو فروغ دیا جاتا۔ اس ملک میں اسلامی تمدن، اسلامی تہذیب اور اسلامی ثقافت نشوونما پاتی اور نئی پود اسلام کے سانچے میں ڈھلی ہوئی دکھائی دیتی۔ لیکن افسوس یہاں حجازی تہذیب و تمدن کے بجائے مغربی تہذیب و تمدن نے عروج حاصل کیا۔ اور آج تہذیب نو کی آوارگی کا کریہہ منظر ہر کوچہ و بازار اور مکتب میں دیکھا جا سکتا ہے —— کاش کارپردازانِ حکومت اس طرف متوجہ ہوں اور صورتِ حال کی مکمل اصلاح کی کوشش کریں۔

●

محسنِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی یادگار

سعید الاعظمی ندوی

یہ کائنات جو ہمارے سامنے ہے، اور جس کی چمک دمک سے ہماری نگاہیں خیرہ ہو رہی ہیں اور جس میں نئی نئی دریافتوں کا سلسلہ برابر جاری ہے جہاں تہذیب و تمدن کے نت نئے گوشے برابر ظہور پذیر ہو رہے ہیں، اور انسانی معاشرہ بلندی کی آخری منزل پہ پہنچتا ہوا نظر آ رہا ہے، اس کائنات کا وجود اور اس کی تمام ترقیوں، تہذیبوں اور بلندیوں کا وجود رہینِ منت ہے نبیٔ آخر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہورِ قدسی کا اور آپؐ کی ولادت با سعادت کی حقیقت یہ ہے کہ یہ دنیا کبھی کی ختم ہو چکی ہوتی، اور یہ کائنات رنگ و بو بہت پہلے دم توڑ چکی ہوتی۔ اگر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت نہ ہوئی ہوتی اور آپؐ نبی آخر بنا کر نہ بھیجے گئے ہوتے۔ قرآن کریم نے اس حقیقت کی طرف ان الفاظ میں اعلان کیا۔ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین

یہ دنیا اپنی طویل تاریخ میں بار ہا خواب غفلت میں مبتلا ہو چکی ہے۔ بار ہا یہاں کے انسانوں نے اپنے مقام کو بھلایا ہے اور وحشت و بہیمت کے خوفناک سائے ان پر منڈلائے ہیں۔ لیکن غفلت و وحشت کی جس تاریکی نے ان پہ اپنا سایہ ساتویں صدی عیسوی کے شروع میں پھیلایا تھا اور دنیا کے باشندے اس عہد میں جس طرح بے مہار و بے لگام ہوتے تھے اور انسانیت ایک لاشہ بے جان ہو چکی تھی۔ اس کا مشاہدہ تاریخ کی آنکھوں نے اس سے پہلے کبھی نہیں کیا تھا، یہ وہ عہد تھا جبکہ ایک طرف تہذیب و تمدن کا ستارہ اپنے عروج پہ تھا، دوسری طرف انسانوں میں دو طبقے پیدا ہو گئے تھے۔ ایک حاکم دوسرا محکوم، ایک ظالم دوسرا مظلوم، ایک خادم دوسرا مخدوم اور ہر طبقہ کے لئے زندگی کی علیحدہ علیحدہ حدیں مقرر تھیں۔ محکوم و مظلوم طبقہ معمولی جانوروں کی صف میں شمار ہوتا تھا، اور اس کے ساتھ وہی سلوک کیا جاتا تھا۔ آپ بعثت نبوی سے قبل عجمی تمدن کی تاریخ پہ ایک نظر ڈالئے تو یہ حقیقت بالکل کھل کر سامنے آ جائے گی۔

اس وقت کے حالات بالکل ایسے تھے کہ یا تو یہ دنیا ہمیشہ کے لئے مٹا دی جاتی، اور اس کا چراغ آندھیوں کی تاب نہ لا کر ہمیشہ کے لئے گل ہو جاتا یا اس کو از سر نو دوسری زندگی عطا ہوتی، اور اس کی حیات نو کا فیصلہ کیا جاتا چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت کائنات کے لئے نئی زندگی کا پیغام لے کر آئی، انسانیت کی شب تاریک کو صبح صادق کا پیام ملا۔ تمام حیوانی طاقتوں، کفر و شرک، قتل و خونریزی، ظلم و نا انصافی کے خلاف ایک اعلان عام ہوا اور کائنات نے نئی زندگی کا جامہ دیدہ زیب، زیب تن کیا۔ چمنستان عالم میں ایک بہار آ گئی۔ اور ہر طرف روشنی پھیل گئی۔

ولد الھدیٰ فالکائنات ضیاء
وفم الزمان تبسم و ثناء

نورِ ہدایت نمودار ہوا اور ساری کائنات روشن ہو گئی۔ زمانہ اس نورِ ہدایت کی تعریف میں طلب اللسان ہے اور مسرتوں سے لبریز ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا مقصد گزشتہ انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح کسی مخصوص وقت کے لئے مخصوص قوم کی رہنمائی یا کسی وقتی فتنہ کو ختم کرنا نہیں تھا، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک نئے عہد کے علمبردار ہیں جو دنیا کے کسی عہد میں قدیم نہیں ہو سکتا بلکہ ہمیشہ ہر لمحہ تازہ اور بالکل جدید ہے۔ یہ انسانیت کی عظمت و عزت اور اس کی شرافت و سعادت کا وہ پیغام ابدی ہے جس نے انسانوں کو صحیح معنوں میں انسان بنایا اور جس کو اختیار کر کے انسانیت ہمیشہ کامیاب و بامراد رہ سکتی ہے۔ جن قوموں نے اس پیغام سے منہ موڑا ان پہ شقاوت و ذلت کی مہر لگا دی گئی اور وہ انسانی اعتبار سے ہمیشہ کے لئے ذلیل ہو گئیں خواہ ظاہری طور پہ وہ کتنی ہی خوش قسمت اور خوشحال کیوں نہ دکھائی دیتی ہوں۔!

بے سرو سامانی اور ظاہری وسائل کے مفقود ہونے کے باوجود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم تر کامیابی اور انتہائی مخالف اور نازک حالات میں آپؐ کا غالب و منصور ہونا یہ اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ یہ خالق کائنات کا بھیجا ہوا وہ دین تھا جو تنہا انسانوں کی کامیابی و بلندی کے لئے آیا تھا اور جس کا مقصد بجز اس کے اور کچھ نہ تھا کہ انسان اپنے صحیح مقام سے واقف ہو جائے تاکہ دنیا کے حالات اپنی فطرت پر لوٹ آئیں اور ہر چیز اپنا صحیح مقام پا لے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا سب سے روشن پہلو یہ ہے کہ مصیبت و آزمائش اور بے سرو سامانی کے وقت بھی آپ پہ گھبراہٹ، پریشانی اور بے اطمینانی کی کیفیت نہیں پیدا ہو سکی اور اہل دنیا کی مخالفت و ایذا رسانی آپ کو اپنے مقصد میں انہماک سے کسی درجہ میں بھی نہیں روک سکی۔ حالات کا مقابلہ آپؐ نے صبر و سکون اور اس ایمانی قوت سے کیا جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو انعام فرمایا تھا۔ بالآخر آپؐ طوفان میں گھر کر نکلے، حالات بدلے اور کفر و طاغوت کی پر شور آندھیاں بھی چراغ نبوت کو بجھا نہ سکیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے کایا پلٹ ہو گئی۔ بڑے بڑے سرداران قوم حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور ایمان و یقین نے دلوں میں اپنی جگہ بنانا شروع کر دی۔ پھر ہجرت کا واقعہ پیش آیا جو اسلام کی کامیابی اور اس کے پھیلاؤ کا نقطۂ آغاز شمار ہوتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ہر شعبہ کے ہر ہر جزو میں انسان کامل، نبی برحق، فخر انسانیت کے آثار ہویدا ہیں۔ آپؐ جس حالت میں چاہیں اس زندگی کو دیکھ لیں کہیں سے بھی آپ کو کوئی ایسی ادنیٰ چیز نہیں مل سکے گی جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے نبی برحق ہونے میں کسی شبہ کی گنجائش نکل سکے، خواہ صلح کی حالت ہو یا جنگ کی۔ خوشی کا موقع ہو یا غم کا، عزت و نصرت کا احساس ہو یا عاجزی و بے بسی کا شعور مسجد کی زندگی ہو یا بازار کے لمحات دوست کے ساتھ گفتگو کرنے کا وقت ہو یا آرام کی، صحابہؓ کرام سے مخاطب ہوں یا کسی اور سے غرض ہر جگہ اور ہر وقت اور ہر لمحہ آپ دیکھیں گے کہ نبوت کے تقاضے اور رسالت و پیغمبری کے آداب و اطوار ایک لمحہ کے لئے بھی آپؐ کا ساتھ نہیں چھوڑتے اور ایک انسان کامل اور نبی معصوم و برحق کے سارے اوصاف آپ کے اندر پوری آب و تاب کے ساتھ موجود ہیں۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں جو اشعار کہے تھے ان میں کتنی صداقت اور کس قدر حقیقی تصویر موجود ہے۔

واحسن منک لم ترقط عینی

آپؐ سے زیادہ خوبصورت شخص میری آنکھوں نے کبھی اور کہیں نہیں دیکھا۔

واجمل منک لم تلد النساء

اور آپؐ سے زیادہ حسین و جمیل اولاد عورتوں نے کبھی نہیں پیدا کی۔

خلقت مبرءًا من کل عیب

آپؐ ہر عیب سے پاک و صاف پیدا ہوئے۔

کأنک قد خلقت کما تشاء

گویا آپؐ کی خلقت آپؐ کی ..... خواہش کے مطابق ہوئی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور آپ کے امتی ہونے کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ ہم ہر سال ربیع الاوّل کے مہینہ میں ایک رسم کے طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی یادگار منالیں، بلکہ آپؐ کی اتباع اور محبت کا اولین تقاضا یہ ہے کہ ہم ان حالات کا جائزہ لیں جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری ثابت قدمی اور استقامت کے ساتھ بڑی سے بڑی مخالفت کو گوارا کیا اور دم توڑتی ہوئی انسانیت کو نئی زندگی عطا کی۔

کسی بڑے اور نیک مقصد میں کامیاب ہونے کے لئے سب سے پہلی شرط یہی ہے کہ انسان اس مقصد کو اپنی زندگی کا جزو بنالے اور اس کے لئے ہر طرح کی قربانی دینے کے لئے اپنے آپ کو تیار پائے ہماری زندگی اور ہمارے معاشرہ کا ایک بڑا المیہ یہ ہے کہ ہم میں اخلاص و قربانی کے وہ جذبات نہ صرف سرد پڑ چکے ہیں بلکہ مردہ ہو چکے ہیں اور آنحالیکہ ہماری تاریخ ہمارا مذہب اور ہماری تہذیب قربانی و ایثار کا سب سے بڑا مرقع ہے اور ایثار و قربانی ہی دراصل اس بلند عمارت کی اساس ہے۔ یہ کتنی بڑی ناشکری ہے کہ جو ذات گرامی اس کائنات کی نئی زندگی اور انسانوں کی بلندی و سعادت کا باعث بنی اور دنیا کی سب سے عظیم تر امت مسلمانوں کے وجود اور ان کی عزت و سربلندی کا سبب ہوئی وہ اس کے اس احسان عظیم کو بھلا دے اور ان تمام تعلیمات سے منہ موڑ لے جو اس کی عظمت کا نشانِ امتیاز ہے۔

ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے کا ہر وقت عہد کرتے رہنا چاہیئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو اپنے لئے اسوہ بناکر اس کی روشنی میں زندگی بسر کرنا اپنا شیوہ بنا لینا چاہیئے۔ سال میں محض ایک دفعہ رسمی طور پر یادگار سیرت منا لینا کسی

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

بقیہ: تاثرات

ان میں سے نہ اُبلے اور ہمیں کہنا نہ پڑے کہ اس فلش سسٹم سے تو ڈرائی سسٹم بہتر تھا۔

ہم غالباً ابھی یہ بھی نہیں جانتے کہ ہسپتالوں سے زیادہ حفظانِ صحت کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔ حفظانِ صحت کی طرف توجہ کرنے سے ہسپتالوں کا خرچ گھٹتا ہے اور لوگ بیماریوں کی تکلیف سے بچ جاتے ہیں، بیماری میں مبتلا کرکے علاج کرانا ہرگز قابلِ تعریف نہیں ہے

فطرت کو خرد کے رو برو کر
تسخیر مقام رنگ و بُو کر
تو اپنی خودی کو کھو چکا ہے
کھوئی ہوئی شے کی جستجو کر

بابا آدم اور اماں حوّا کی اولاد بڑھتے بڑھتے کرۂ ارض کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئی اور ایک دوسرے کو بیگانہ تصور کر بیٹھی۔

اللہ تعالے ان سب کا پرورش کنندہ اور خالق ہے۔ وہ شروع سے انبیاء کی معرفت انہیں سمجھاتا رہا ہے کہ تم آدم اور حوّا کے پوتے پرپوتے ہو آپس میں بھائیوں کی طرح مل جل کر رہو۔ ایک دوسرے کے ساتھ اچھا برتاؤ رکھو۔ ایک دوسرے کا خون نہ بہاؤ۔ ایک دوسرے کا خون نہ پیو۔ قابیل کی تقلید نہ کرو۔ خاتم الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نسبت تو یہاں تک کہہ دیا گیا کہ یہ کسی خاص گروہ کے ہادی نہیں ہیں۔ یہ دنیا کی کل قوموں کے ہادی ہیں اور قرآن دنیا کی ہر قوم کی ہدایت کے لئے ہے۔ اور تا قیام قیامت ہر قوم کی ہدایت کے لئے ہے۔ ہندوستان کا شوور بھی اسے سُنے گا تو اس کے کان سیسہ بھر کر بہرے نہیں کئے جائیں گے۔ اسلام کا کام خالق و مخلوق کا رشتہ جوڑنے کے علاوہ آپس کے رشتوں کو جوڑنا ہے اسلام نوع انسانی کے اتحاد کا علمبردار ہے۔

خاتم الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) اور قرآن کریم کے نام لیوا کچھ عرصہ سے دنیا کی امامت اور قیادت کے اہل نہیں، لیکن اللہ جو رب العالمین ہے اور رحمٰن و رحیم ہے اپنا منشاء دوسروں کے ہاتھ سے پورا کرا رہا ہے۔ ریلوں، پانی کے جہازوں، اور ہوائی جہازوں نے زمین کی طنابیں کھینچ دی ہیں اور ریڈیو اور ٹیلیویژن نے دور دور کے بچھڑے ہوؤں کو آمنے سامنے لابٹھایا ہے اگرچہ ابھی زمین کی طنابیں کھینچنے اور بچھڑے ہوؤں کو آمنے سامنے بیٹھنے سے فائدہ نہیں پہنچا ہے بلکہ موجدین ایسے آلات ایجاد کرنے کی فکر میں ہیں کہ ایک ملک کو دوسرے ملک سے اتنا قریب کر دیں کہ اپنی جگہ سے ہلے بغیر ایک ملک دوسرے ملک کا صفایا کر ڈالے۔ تاہم ان موجدین ہی کے ہم قوموں کی طرف سے عالمگیر برادری اور مذہب انسانیت کی کی آوازیں بھی سنی جاتی ہیں اور امید سی بندھتی ہے کہ شاید انسان کی انسانیت کسی مرحلے پر رنگ لے آئے۔ "ابلاغ کراچی"

تاثرات

ملا واحدی

اللہ تعالٰے کی اپنی شان تو یہ ہے کہ جب (کسی کام کو کرنا چاہتا ہے یا) کسی چیز کو وجود میں لانا چاہتا ہے تو فرماتا ہے ہو جا، بس وہ ہو جاتی ہے۔ اِنَّمَا اَمْرُہٗ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ — (سورۃ ۳۶ - آیت ۸۲) لیکن انسانی کاموں میں اس نے دوسرا طریقہ رکھا ہے انسانوں کو احکام اور قوانین اور ضابطوں، قاعدوں کی پابندی کرا کر پھل دیتا ہے۔ پہلے بوؤ اور پسینہ بہاؤ، پھر ایک ایک دانے کے ہزار ہزار دانے لے لو۔ اُسے قدرت ہے کہ بغیر بوئے فصل اُگا دے مگر ایسا نہیں کرتا بلکہ قوانین زراعت کی خلاف ورزی ہوتی ہے تو فصل کو جلا ڈالتا ہے۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے اَلسَّعِیُ مِنَّا وَالْاِتْمَامُ مِنَ اللہِ۔ ہمارا فرض ہے کہ جدّ و جہد کریں، جدّ و جہد کو بار آور اللہ کرے گا۔ ہمیں جدّ و جہد کرنی چاہئے اور اس کے بار آور ہونے کو اللہ پر چھوڑنا چاہئے اس کے معنی یہ ہیں کہ انسان کی تمنائیں سعی و عمل کے بغیر نتیجہ نہیں دکھاتیں۔ تدبیر کیجئے اور تدبیر کرنے کے بعد دعا کے لئے ہاتھ اٹھائیے لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی (سورۃ ۵۳ آیت ۳۹) نہیں واسطے آدمی کے مگر جو کچھ سعی کی ہے۔ وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ (سورۃ ۴۰ آیت) تمہارے رب نے کہا، تم مجھ سے دعائیں مانگو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔ مگر اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ (سورۃ ۴۰ آیت ۶۰) مگر جو لوگ متکبر ہیں اور میرے احکام کی تعمیل نہیں کرتے (اور میرے قوانین کی پابندی سے سرتابی برتتے ہیں انہیں احکام نہ ماننے اور قوانین پر نہ چلنے کی سزا بھگتنی پڑے گی۔) وہ عنقریب ذلیل و خوار (اور ناکام) ہو کر جہنم میں جا گریں گے۔ یہ تو کافروں کا شیوہ ہے کہ اللہ کے احکام اور قوانین کی خلاف ورزی کئے جاتے ہیں اور امید باندھتے ہیں کہ اللہ انہیں سرسبز کرے گا — وَمَا دُعٰٓؤُا الْکٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ (سورہ ۴۰ آیت ۵۰) دعا کے ساتھ تدبیر ضروری ہے اور تدبیر کے ساتھ دعا ضروری ہے۔ تدبیر یہی ہے کہ اللہ کے احکام اور قوانین اور ضابطوں اور قاعدوں سے سرکشی نہ کی جائے۔

اگر تدبیر کرنے کے باوجود دعا قبول نہ ہو تو سمجھ لیجئے کہ احکام اور قوانین اور ضابطوں، قاعدوں کی تعمیل میں کہیں جھول رہ گیا ہے، یا پھر اللہ تعالٰے ہمیں کوئی نعمت اس سے بہتر عطا فرمانے والا ہے۔ اللہ کسی صحیح اور اچھے عمل کو ضائع نہیں کیا کرتا۔ اس کا ارشاد ہے۔ لَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ (سورہ ۱۲ آیت ۵۶)

کتنی عجیب اور افسوسناک بات ہے کہ مذہب پرست اور روحانیت دوست ممالک ہندوستان و پاکستان میں ستر فیصد اور پچھتر فی صد انسانوں کی جیسی خراب حالت ہے ویسی لامذہب اور غیر روحانی ملکوں میں مویشیوں کی نہیں ہے۔ یورپ، امریکہ اور روس وغیرہ کے جانور ہندوستان و پاکستان کے انسانوں سے بڑھ کر صاف ستھرے تندرست اور تنومند ہیں۔ وہاں جانور لاوارث نہیں پھرتے یہاں انسان لاوارث پھرتے ہیں اور وہاں جانور کی پرستش ہے، یہاں انسان نے انسان کو بھلا دیا ہے۔

ہندوستان کی بڑی آبادی گائے کی پجاری ہے۔ ہندو ہونے کے لئے خدا کا ماننا لازمی نہیں ہے گائے کا ماننا لازمی ہے۔ لیکن اس اپنے معبود کو ہندو رکھتے کہاں ہیں — ؟ مکان کے کس گوشہ میں ہندوؤں کی یہ ماتا رہتی ہے؟ مکان کے ایسے گوشے میں جہاں روشنی اور ہوا کا گذر نہیں ہوتا۔ جہاں اُسے دِق لگ جاتی ہے۔

لامذہب اور غیر روحانی ملک جانوروں کا کام مشینوں سے لیتے ہیں، مذہبی اور روحانی ممالک میں آپ نے جانوروں کا کام انسانوں سے لیتے اور انسانوں کو انسانوں کا گھوڑا بنتے دیکھا ہوگا۔

انسان کی غلاظت انسان ہندوستان کے کس شہر میں نہیں اٹھاتا۔ ذرا ملاحظہ کیجئے۔

ساون کا مہینہ ہے۔ سب باران رحمت سے لطف اندوز ہو رہے ہیں مگر ایک انسان بالکل ہمارے ہی جیسا انسان فقط مرد صورت نہیں، عورت صورت بھی سامنے سے جا رہا ہے اس کے سر پر بڑا سا ٹوکرا ہے اس ٹوکرے میں کھاد نہیں ہے، گوبر نہیں ہے، جانوروں کی غلاظت نہیں ہے، انسانوں کی غلاظت ہے، اور وہ غلاظت بارش سے بہہ بہہ کر اس کے منہ پر آ رہی ہے۔

انگریز ہمیں جو چند چیزیں اچھی دے گیا ہے ان میں فلش سسٹم بڑی اچھی چیز ہے لیکن ہم نے اس کی بھی مٹی پلید کر ڈالی ہے۔

پاکستان قائم ہونے سے پہلے دلّی میونسپل کمیٹی کا کوئی ممبر کراچی آ نکلا تھا تو دلّی واپس جا کر یہاں کی صفائی ستھرائی کے پل باندھ دیتا تھا اور دلّی میونسپل کمیٹی کے محکمہ حفظانِ صحت کو خوب جھاڑتا تھا — میں اکتوبر ۱۹۴۷ء میں کراچی پہنچا تو میں نے بھی یہاں واقعی صفائی ستھرائی کے آثار پائے لیکن اب کیفیت کیا ہے؟ میں کراچی شہر کے اور منجھ میں نہیں۔ کراچی سے سات آٹھ میل باہر اس جگہ بیٹھا ہوں جو قدرتی ہوا کے اعتبار سے کراچی کی بہترین جگہ ہے۔ مگر اتنا انتظام نہیں ہے کہ گٹر صاف رہیں اور غلاظت

(باقی صفحہ پر)

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خواب

استاذ العلماء حضرۃ مولانا الحاج سید حامد میاں مدظلہ مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور

مُرتّبہ: محمود احمد عارف ہوشیارپوری

عن سمرۃ بن جندب قال کان النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا صَلّٰی اَقْبَلَ عَلَیْنَا بِوَجْہِہٖ فَقَالَ مَنْ رَاٰی مِنْکُمُ اللَّیْلَۃَ رُؤْیَا قَالَ فَاِنْ رَاٰی اَحَدٌ قَصَّھَا فَیَقُوْلُ مَا شَاءَ اللّٰہُ فَسَاَ لَنَا یَوْمًا فَقَالَ ھَلْ رَاٰی مِنْکُمْ اَحَدٌ رُؤْیَا قُلْنَا لَا قَالَ لٰکِنِّیْ رَاَیْتُ اللَّیْلَۃَ رَجُلَیْنِ اَتَیَانِیْ فَاَخَذَا بِیَدِیْ فَاَخْرَجَانِیْ اِلٰی اَرْضٍ مُقَدَّسَۃٍ فَاِذَا رَجُلٌ جَالِسٌ وَرَجُلٌ قَائِمٌ بِیَدِہٖ کَلُّوْبٌ مِنْ حَدِیْدٍ یُدْخِلُہٗ فِیْ شِدْقِہٖ فَیَشُقُّہٗ حَتّٰی یَبْلُغَ قَفَاہُ ثُمَّ یَفْعَلُ بِشِدْقِہِ الْاٰخَرِ مِثْلَ ذَالِکَ وَیَلْتَئِمُ شِدْقُہٗ ھٰذَا فَیَعُوْدُ فَیَصْنَعُ مِثْلَہٗ قُلْتُ مَا ھٰذَا قَالَا انْطَلِقْ۔

حضرت سمرۃ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت طیبہ تھی کہ آپ صبح کی نماز کے بعد ہم سب سے یہ دریافت فرمایا کرتے تھے کہ تم میں سے کس نے آج رات کوئی خواب دیکھا ہے۔ اگر کسی نے دیکھا ہوتا تو بیان کر دیتا (اسی طرح) ایک دن دریافت فرمایا کہ کسی نے آج رات خواب دیکھا ہے؟ تو ہم سب نے عرض کیا کہ نہیں آج ہم میں سے کسی نے بھی خواب نہیں دیکھا۔ (اس کے بعد) آپ نے ارشاد فرمایا کہ لیکن میں نے آج رات خواب دیکھا ہے (اور وہ یہ کہ جیسے) دو شخص میرے پاس آئے۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ارض مقدسہ (سرزمین شام) کی طرف لے گئے۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور دوسرا کھڑا ہے۔ جو کھڑا ہے اس کے ہاتھ میں کلوب ہے (کلوب اس لوہے کو کہتے ہیں جس کا سر موڑ دیا گیا ہو) وہ کھڑا آدمی اس کلوب کو بیٹھے ہوئے آدمی کے منہ میں ڈالتا ہے اور پھر کھینچ لیتا ہے جس سے اس کا ایک جانب کا گدی تک کٹ جاتا ہے بعد میں دوسری جانب ڈالتا ہے اور کھینچتا ہے اسی طرح یہ رخسار بھی کٹ جاتا ہے اور اتنے میں وہ پہلا رخسار ٹھیک ہو جاتا ہے۔ وہ پھر اس کلوب سے پہلے کی طرح اس رخسار کو (جو ایک دفعہ کٹ کر ٹھیک ہو گیا) چیرتا ہے (اتنے میں دوسری جانب کا رخسار صحیح ہو جاتا ہے۔ اور وہ کلوب والا پھر دوسری جانب رخ کرتا ہے) فرماتے ہیں کہ (یہ عبرت انگیز واقعہ دیکھ کر) میں نے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے؟ (یعنی ایسا کیوں ہو رہا ہے) تو میرے دونوں ساتھیوں نے کہا کہ (آگے) چلیے۔

آپ فرماتے ہیں:-

فَانْطَلَقْنَا حَتّٰی اَتَیْنَا عَلٰی رَجُلٍ مُضْطَجِعٍ عَلٰی قَفَاہُ وَرَجُلٌ قَائِمٌ عَلٰی رَاْسِہٖ بِفِھْرٍ اَوْ صَخْرَۃٍ یَشْدَخُ بِہٖ رَاْسَہٗ فَاِذَا ضَرَبَہٗ تَدَھْدَہَ الْحَجَرُ فَانْطَلَقَ اِلَیْہِ لِیَاْخُذَہٗ فَلَا یَرْجِعُ اِلٰی ھٰذَا حَتّٰی یَلْتَئِمَ رَاْسُہٗ وَعَادَ رَاْسُہٗ کَمَا کَانَ فَعَادَ اِلَیْہِ فَضَرَبَہٗ فَقُلْتُ مَا ھٰذَا قَالَا انْطَلِقْ۔

پھر ہم آگے چلے اور ایک ایسے شخص کے پاس آئے جو گدی کے بل لیٹا ہوا تھا ایک اور شخص اس کے سرہانے کھڑا تھا۔ اس کے پاس پتھر تھا۔ یا ہتھوڑا (یہ بات صحابی کو یا پچھلے راوی کو یاد نہیں رہی کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اُس کے ہاتھ میں پتھر بتایا یا ہتھوڑا) وہ اسے مار کر اس کا سر کچلتا تھا جب وہ مارتا تھا تو پتھر رڑھک جاتا تھا یہ شخص پتھر لینے بڑھتا تھا تو واپس لوٹنے سے پہلے اس کا سر پہلے کی طرح ٹھیک ہو جاتا تھا۔ یہ واپس آکر اُس کے پھر پتھر مارتا تھا۔ میں نے کہا کہ یہ کیا ہے؟ وہ دونوں کہنے لگے کہ (آگے) چلیے۔

یہ روایت بہت طویل ہے۔ باقی حصہ آئندہ پیش کروں گا۔ حدیث شریف کے آخر میں ان دو واقعات کے متعلق یہ بتلایا گیا ہے کہ پہلا شخص جس کے رخسار کلوب سے کاٹے جاتے تھے جھوٹا تھا وہ غلط افواہیں پھیلاتا تھا اور دوسرا شخص جس کے سر پہ پتھر مارے جاتے تھے وہ تھا جسے اللہ نے قرآن کی دولت بخشی تھی مگر اس نے نہ تو رات کو اس کو اپنا مشغلہ بنایا اور نہ ہی دن میں اس پر عمل کیا۔ مزید تفصیل آئندہ آجائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

اللہ تعالےٰ ہمیں راہ راست پر چلائے اور آخرت میں سرکار دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ساتھ نصیب فرمائے۔ آمین!

تجارت بنام خدا

تحریکِ ضرورتِ معیشت ہے بہت
خرقے کو بھی اب خیالِ خلعت ہے بہت
خالق کی جمال کا تو سودا کم ہے
اللہ کے نام کی تجارت ہے بہت

خدا درمیان سے اُٹھ گیا

میں دیکھتا ہوں صلح و محبت ہے اُٹھ گئی
ہر دل سے، ہر گروہ سے، ہر خاندان سے
اس کا سبب نہیں ہے سوا اس کے اور کچھ
یعنی کہ اٹھ گیا ہے خدا درمیان سے

عقبےٰ کا تصور

دنیا کرتی ہے آدمی کو برباد
افکار سے رہتی ہے طبیعت ناشاد
دو ہی چیزیں ہیں بس محافظ دل
عقبیٰ کا تصور اور اللہ کی یاد

—— اکبر الٰہ آبادی ——

ملفوظات شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رح

مرسلہ : عبدالرحمٰن لودھیانوی، شیخوپورہ

سیاسی ملفوظات

حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب سنبھلی فرماتے ہیں ۱۹۳۵ء کے حج میں بندہ بھی ہمراہ تھا۔ مدینہ منورہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بھائی مولانا سید احمد صاحب نے حضرت رح سے فرمایا یہاں مرکز (مدینہ منورہ) کی حالت خراب ہے اور آپ لوگ ہندوستان میں مزے اڑا رہے ہیں۔ حضرت نے ارشاد فرمایا۔ جی ہاں! ہندوستان میں بھی مرکز (مدینہ) کی خاطر پڑا ہوں۔ ہندوستان ہی ایسی جگہ ہے کہ اگر وہ آزاد ہو گیا تو مرکز بھی ٹھیک ہو جائے گا اور تمام بلادِ اسلامیہ آزاد ہو جائیں گے۔

(فائدہ) وہ لوگ حضرت رح کی سیاسی بصیرت ملاحظہ فرمائیں جو یہ کہتے ہیں کہ علماء سیاست سے کیا واقف ہیں؟ حضرت رح نے بارہ سال قبل ایسی بات بیان فرمائی کہ جس کا راز ۱۹۴۷ء میں ظاہر ہوا کہ ہندوستان کی آزادی کے ساتھ تمام ممالکِ اسلامیہ آزاد اور سربلند ہونے لگے ہیں۔

(۲) طلباء کے ایک جلسہ میں راقم الحروف کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ جہاد تلوار ہی سے نہیں ہوتا بلکہ جہاد کے متعدد ذرائع ہیں۔ یہ مذہبی جلسے بھی کفر کے خلاف جہاد ہیں۔

(۳) ایک جلسہ میں ارشاد فرمایا آزادی انسان کا پیدائشی حق ہے۔ اس لئے ہر انسان کو اس کے حصول کے لئے کوشش کرنی چاہیئے۔ اگر کوئی چیونٹی بن کر محض دشمن کو کاٹ ہی سکتا ہو تو اسے ضرور کاٹنا چاہیئے۔

(۴) فریضہ جہاد کے ادا کرنے اور اس کے عمل میں لانے کے لئے کسی قسم کے ہتھیار اور خاص طریقۂ جنگ کی قید نہیں ہے بلکہ ہر وہ عمل اور ہر وہ ہتھیار جو کہ دشمن کو زک پہنچا سکے اور اقتدار و شوکت میں ضرر رسانی ہو وہ اختیار کرنا لازم اور واجب ہے۔

(۵) آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس ایسی تحریریں موجود ہیں جن میں انگریز نے صاف طور سے بیان کیا ہے کہ ہم ہندوستان کو اپنے فائدے کی غرض سے تقسیم کرا رہے ہیں۔

(۶) مکمل آزادی اسلام اور مسلمانوں کا مطمح ہونا چاہیئے۔ قواعدِ شریعہ کی بناء پر اگر مسلمان اس سے غافل ہوئے تو عنداللہ ماخوذ ہو جانے کے مستحق ہوں گے۔ مسلمانوں پر حسب طاقت ضروری ہے کہ اس راہ میں گامزن رہیں۔

ہماری جب تک جان میں جان ہے اپنی طاقت کے موافق آزادی کے لیئے سعی کریں گے خواہ کوئی ہمارا ساتھ دے یا نہ دے اللہ ہمارا ولی ہے۔

علمی ملفوظات

(۱) مولانا محمد اسماعیل صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت رح سے سوال کیا کہ کیا سورہ کافرون میں مکرر الفاظ تاکید کی وجہ سے ہے؟

ارشاد فرمایا "تاکید بھی ہے اور "تاسیس" تاکید سے اولیٰ ہے اور ارشاد فرمایا کہ مکہ میں دو قسم کے کافر تھے۔ ایک وہ جو بتوں کو بالذات معبود سمجھتے تھے اور دوسرے وہ جو بالصفات معبود سمجھتے تھے۔ یعنی بالذات الٰہ نہیں سمجھتے تھے ہاں الوہیت کی صفات میں شریک سمجھتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے مکرر ارشاد فرما کر ان دونوں قسموں کے فرقوں کا ابطال کیا ہے۔

(۲) مولانا محمد اسماعیل صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ۝ کا ترجمہ شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے بدل اور مبدل منہٗ کا کیا ہے اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ نے موصوف اور صفت کا ترجمہ کیا ہے تو کیا مُنعَم علیہم مغضوب اور ضال بھی ہوتے ہیں؟ ارشاد فرمایا بے شک مغضوب اور ضال مُنعَم علیہم بھی ہوتے ہیں جیسا کہ یہود و نصاریٰ اولاً مُنعَم علیہم تھے بعد میں مغضوب اور ضال ہو گئے۔

(۳) ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تعلیم ہی کا کارخانہ بنایا ہے عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ اس آیت سے ظاہر ہے کہ سب سے پہلے مدرس اللہ تعالیٰ اور طالب علم حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔

تقریر بخاری شریف میں فرمایا سوال ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حرا میں وحی نازل ہونے سے پہلے کس شریعت کے مطابق عبادت کرتے تھے؟ جواب دیا جاتا ہے کہ:-

(۱) آپ کو اللہ تعالیٰ نے عبادت کا طریقہ الہام فرما دیا ہو گا۔

(۲) یا آپ نے اپنے اجتہاد سے معلوم کر لیا ہو گا۔

(۳) یا آپ شریعت ابراہیمی پر عبادت کرتے ہوں گے اس لیے کہ زمانۂ فترت میں انبیائے سابقین کی شریعت منسوخ نہیں ہوتی ہے۔

(۴) حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى کے معنی بیان کئے کہ ضال کے معنی یہاں گمراہ کے نہیں ہیں بلکہ ضال کے معنی لاعلم کے ہیں۔ ترجمہ یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ناواقف کار پایا تو واقف کار بنا دیا۔

(۴) اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝

(پ ۲۹ - س ملک - آیت ۲)

اس آیت کے بارہ میں ارشاد فرمایا کہ موت کو اولاً اس وجہ سے ذکر کیا گیا ہے کہ انسان اپنی حیاتِ دنیوی کو عارضی سمجھے اور موت سے غافل نہ ہو۔

(۵) ایک صاحب نے آپ کے ملفوظات جمع کرنے کی اجازت چاہی تو فرمایا کہ کیا اسلاف کے ملفوظات اور تصانیف عمل کے لئے ناکافی ہیں؟

(۶) درسِ بخاری شریف میں فرمایا کہ اخلاص فی العبادات کے تین درجے ہیں۔

(۱) ثواب کی نیت اور عذاب کے

خوف سے کرنا۔ (۲) رضائے الٰہی کے لئے کرنا۔ (۳) ان دونوں سے بالاتر ہو کر اللہ تعالیٰ کو مستحق عبادات سمجھتے ہوئے اس کی تابعداری اور عبادت کرنا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا اخلاص کا یہ مرتبہ سب سے اونچا ہے۔

(۷) ترمذی شریف کے درس میں فرمایا کہ علم اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی صفت ہے۔ اسی صفت کو اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء میں کبر اور حسد زیادہ ہوتا ہے۔

(۸) درس بخاری میں ارشاد فرمایا کہ شیخ کامل کو اپنے مرید سے اتنی محبت ہوتی ہے جتنی ماں باپ کو اولاد سے۔

(۹) آپ سے سوال کیا گیا کہ شیخ کو مرید کی اصلاح کرنے میں کچھ تکلیف ہوتی ہے یا نہیں؟ ارشاد فرمایا۔ ہاں ہوتی ہے مگر ایسی ہی جیسے ماں کو بچے کا پاخانہ صاف کرنے میں ہوتی ہے۔

(۱۰) ختم بخاری شریف کے موقعہ پر ارشاد فرمایا کہ اصلاحِ نفس کے لئے اشتغال بالحدیث سب سے اقرب ذریعہ ہے اور اس کے بعد فیوض الحرمین میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ محدث کا مشاہدہ بیان فرمایا کہ شاہ صاحبؒ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مقدس پہ حاضر ہو کر مشاہدہ کیا کہ جو لوگ اشتغال بالحدیث رکھنے والے ہیں۔ ان کے قلب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک تک نورانی دھاگوں کا سلسلہ جاری ہے۔

(۱۱) آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ قوتِ شہوانیہ سے بھی قلب میں غفلت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کا سہل علاج اپنی منکوحہ شرعیہ سے خلوت صحیح کرنا ہے۔ اس سے بھی تزکیہ نفس ہوتا ہے۔

ایک تقریر میں آپ نے فرمایا یہ علاقہ (دیوبند، سہارنپور اور مظفر نگر وغیرہ) دوآبہ کا علاقہ ہے اور یہ علاقہ ولی خیز ہے۔ تو اس دوآبہ کے علاقہ میں ہر زمانے میں اولیا اللہ پیدا ہوتے چلے آئے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کا وجود ان ہی اولیا اللہ کی توجہات کا سبب ہے۔

(۱۲) ذکرِ روحی کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ یہ قلب کی توجہ الی اللہ کا نام ہے کہ ہر وقت انسان کا یہ تصور ہے هُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ تم جہاں کہیں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔

(ف) انسان کے قلب میں ہمہ وقت اس تصور کا پیدا ہونا آسان نہیں ہے۔ کہنے کو تو ایک چھوٹا سا لفظ ہے مگر مفہوم نہایت وسیع رکھتا ہے۔ ذکرِ روحی کی حقیقت عملی زندگی ہی میں آ کر معلوم ہو سکتی ہے۔

(۱۳) مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مرحوم سے ارشاد فرمایا کہ میں نے سلوک اور تصوف کو بہت آسان کر دیا ہے۔

(فائدہ) معلوم ہونا چاہیئے کہ ریاضات و مجاہدات کا منشا رضائے الٰہی حاصل کرنا ہے اور اس کا مدار اخلاص پر ہے۔ جتنا جس کے پاس اخلاص ہوگا اس کی عبادات اگرچہ کمیت کے اعتبار سے کم ہوں مگر کیفیت کے اعتبار سے زیادہ ہوں گی تو حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ ذکر و فکر اور مراقبہ و نیز اپنی توجہات کے ذریعہ سالک کے قلب میں اخلاص پیدا کرنے کی کوشش فرماتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ تھوڑی سی مدت میں ۱۶۶ حضرات خلفاء مجاز بیعت ہو گئے۔

(۱۴) آپ نے درس بخاری میں ارشاد فرمایا کہ معمولات ذکر و فکر و مراقبہ میں مداومت بھی بڑی کرامت ہے اَلْاِسْتِقَامَةُ فَوْقَ الْكَرَامَةِ۔ استقامت کرامت سے بڑھ کر ہے۔

(۱۵) آپ نے ارشاد فرمایا کہ وساوس اور خطرات کا قلب میں پیدا ہونا ایمان کی علامت ہے اس لئے کہ چور اُسی گھر میں جاتا ہے جس میں کچھ ہوتا ہے۔ لہٰذا وساوس اور خطرات کی وجہ سے معمولات کو ترک نہ کرنا چاہیئے۔ اور حتی الوسع بُرے خیالات کے دفعیہ کی کوشش کرنی چاہیئے۔

(۱۶) آپ نے ارشاد فرمایا کہ آدمی اس وقت تک پکا دیندار نہیں بن سکتا جب تک کہ بلاؤں اور مصیبتوں میں گھرا ہو۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ انسان کی آزمائش اس کی دینداری کے مطابق ہوتی ہے۔ جو جتنا دین میں پختہ ہوتا ہے اس کی اتنی ہی سخت آزمائش ہوتی ہے۔

(۱۷) درس بخاری شریف میں ارشاد فرمایا کہ اہل بدعت دیو بندیوں کو دشمن رسولؐ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ جتنا درود شریف دیو بندی پڑھتے ہیں کوئی دوسرا نہیں پڑھتا۔ مثلاً اس دارالحدیث میں تقریباً دو اڑھائی سو طلبا شریک درس ہیں اور صبح سے شام تک یہاں درسِ حدیث ہوتا ہے اور ہر حدیث میں کم از کم دو تین جگہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی آتا ہے جس پر سب حاضرین درود شریف پڑھتے ہیں۔ اگر تمام اوقات کے درود شریف کو شمار کیا جائے تو لاکھوں تک تعداد پہنچ جائے گی اور یہی سلسلہ بارہ مہینے تک رہتا ہے۔

بقیہ: محسنِ اعظمؐ کی یادگار

طرح کافی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس سیرتِ طیبہ کا نمونہ ہمہ دم ہماری نظروں کے سامنے ہونا چاہیئے تاکہ ہم اسی کے مطابق اپنی سیرت کی تعمیر کر سکیں اور محسنِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس احسانِ عظیم کا کچھ حق ادا کر سکیں۔

محمد عربی کا بروئے ہر دو سراست!
کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او!

"تعمیر حیات" لکھنؤ

جلسے:

● انجمن شبان المسلمین کہروڑ پکا کا دوسرا سالانہ تبلیغی اصلاحی جلسہ مورخہ ۲۶، ۲۷ جولائی مطابق ۲۹ ربیع الثانی جامع مسجد جدید وارڈ نمبر ۹ منعقد ہو رہا ہے۔ اس جلسہ میں مولانا عبدالمجید شاکر، مرزا غلام نبی جانباز مدیر تبصرہ لاہور، مولانا زین احمد مبلغ تحفظ ختم نبوت، مولانا عبدالستار وہاڑی والے، صوفی عبدالمالک، مولانا محمد یوسف رحمانی، جناب قاری عبداللطیف چغتائی، مولانا اسرار الحق، صوفی محمد شریف، مولانا قاری عبدالحی صاحب عابد، مولانا عبدالعزیز صاحب خطیب جامع مسجد شجاع آباد شرکت فرما رہے ہیں۔
(محمد اسماعیل صابر جنرل سیکرٹری اتحاد شبان المسلمین کہروڑ پکا)

● ۲۷ جولائی بروز ہفتہ بعد از نماز عشاء مدرسہ اسلامیہ فاروقیہ رجسٹرڈ عقب کچہری ملتان میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہو رہا ہے۔

جس میں حضرت مولانا غلام قادر صاحب ملتانی و مجاہد نوجوان حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب لائل پوری تقریر فرمائیں گے۔ مدرسہ اسلامیہ فاروقیہ تھانہ صدر کے پیچھے لائن پولیس کے شمالی سرے پہ واقع ہے۔ (محمد عبدالرؤف ناظم مدرسہ اسلامیہ فاروقیہ رجسٹرڈ عقب کچہری ملتان)۔

●

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا ایک مبین

درس قرآن

منعقدہ ۲۵ر جون ۱۹۶۷ء

مرتبہ محمد عثمان غنی بی اے

(سورت توبہ)

(۵)

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جو آلاتِ جہاد تیار کرنے کا حکم دیا ہے — اور حضرت تھانوی رح نے وہ خود اپنے طور پہ ہی نہیں فرمایا، ہمارے اکابر کوئی ایسی بات ہی نہیں کرتے جو قرآن و سنت کے خلاف ہو۔ اللہ تعالیٰ سب کو اسی طرح نیک اعمال کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اپنی طرف سے یہ تمہیدیں اور تنقیدیں لگانے سے اللہ تعالیٰ بچائے قرآن میں بالکل صاف حکم ہے فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَن يَخَافُ وَعِيدِ (ق عہ) تو قرآن پڑھ کر لوگوں کو ڈرا۔ کوئی مانتا ہے تو مان لے، نہیں مانتا تو نہ مانے۔ بنیاد قرآن ہے اور تشریح ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول تفسیر ہے اور تائید میں صوفیائے کرام کے اقوال، آئمہ کے اقوال، حکایات صالحین تم پیش کر سکتے ہو، لیکن بنیاد کیا ہو؟ قرآن مجید۔

تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قرآن مجید میں جو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ تم اسلحہ تیار کرو۔ اور جتنی بھی تمہاری طاقت ہو تم اس طاقت کو تیار رکھو، تو مقصودِ جنگ ہی نہیں بلکہ مقصد کیا ہے؟ تاکہ تمہارا رعب اور تمہاری خشیت اور دبدبہ کافروں پر قائم رہے اور قرآن میں بھی یہی آتا ہے وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ (انفال) تم اپنے ہاں اتنے تیار رہو کہ تمہارے دشمن اور اللہ کے دشمن تمہیں دیکھ کر لرزاں اور ترساں رہیں کہ یہ ایسی قوم نہیں ہے کہ اس کو ہاتھ ڈال کر پھر ہم چین سے بیٹھ سکیں گے۔ اگر ہم نے اس قوم کو چھیڑا تو پھر ہمارے لئے کبھی دنیا میں کہیں ٹھکانا نہ ہوگا۔ اللہ مسلمانوں کو اتنا پُروقار اور پُر ہیبت بنا دے۔ اور میرے بزرگو! ہیبت کس سے آتی ہے؟ پتہ ہے؟ قرآن مجید ذرا پڑھیں ہیبت کس سے آتی ہے؟ سَنُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَا أَشْرَكُوا۔ (آل عمران عہ۱۵۱) اللہ فرماتے ہیں مسلمانو! تم حملہ کرکے تو دیکھو ہم کافروں کے دلوں میں تمہارا رعب ڈال دیں گے کہ وہ مشرک ہیں، تم مومن ہو، تمہارے دل میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ ہم تمہارا رعب کافروں کے دل پر ڈال دیں گے اور تم رعب سے کامیاب ہو جاؤ گے۔ اور اسی کو فرمایا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے، بخاری کی حدیث ہے۔ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ (او کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم) — سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی پیروی سنت کی توفیق عطا فرمائے۔ فرمایا۔ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ۔ فرمایا۔ کہ اگر ایک آدمی ایک مہینہ چلتا رہے، اگر میرے بزرگو! دن میں وہ دس میل چلے تو مہینہ میں کتنے میل چلے گا؟ تین سو میل — امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ میرے نام کا میرے دین کا، میری شجاعت کا رعب تین سو میل تک پہنچ جاتا ہے۔ تین سو میل تک رعب پہنچتا ہے مسلمانوں کا، محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام لیواؤں کا۔ کاش ہمارے مصری بھائیوں میں وہ مَسِيرَةَ شَهْرٍ کا جذبہ ہوتا تو وہ پندرہ میل کے فاصلے سے اڑ کر امریکہ کے بمبار کیسے قاہرہ کے ہوائی اڈوں پہ بمباری کر سکتے تھے؟ اللہ مسلمانوں کو مکافات کی توفیق عطا فرمائے۔ اور مقامات مقدسہ کو آزاد کرانے کی توفیق عطا فرمائے۔

تو اس لئے امام الانبیاء فرماتے ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رعب عطا فرمایا ہے کہ میرا نام ہی سن کر تین سو میل تک رہنے والا لرزاں اور ترساں ہو جاتا ہے۔

حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) واقعی رحمتِ دو عالم ہیں۔ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ط لیکن میں پہلے کسی درس میں عرض کر چکا ہوں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نبی الملحمہ بھی ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی میدان جنگ میں فرمایا — أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ۔ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ۔ میں سچا نبی ہوں، میں عبدالمطلب جیسے بہادر دادے کا پوتا ہوں۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ بھی فرمایا کہ رحمتِ دو عالم ہوں اور یہ بھی فرمایا کہ میں گھمسان کی جنگ لڑنے والا نبی ہوں۔ یہ بھی فرما دیا امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرا رزق کہاں ہے؟ جُعِلَ رِزْقِي تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِي (بخاری) میرا رزق میرے نیزے کے سائے میں ہے۔ کاش آج مسلمان اس مسئلے کو سمجھ لیتے اللہ تعالیٰ آپ کو اور مجھے عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ معاملہ بڑا خراب ہے۔ دیکھئے آج ہمارے گھروں میں کیا ہے؟ بچیاں بھی ہیں، میں ان سے بھی کچھ باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ امام الانبیاء نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) تو یہ فرمائیں کہ جس گھر میں جرس ہوگی وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ اور ہمارے گھروں میں ٹلے پڑے ہیں۔ ٹلے کیا ہیں، ٹرانسسٹر (TRANSISTOR) اور اب تو وہ فوٹو بھی ساتھ آ جاتے ہیں۔ اور ہم کہتے ہیں دیکھو جی! ہم نے بیت المقدس کو فتح کرنا ہے — ہاں — اللہ کرے تم فتح کر لو۔ اللہ تمہیں توفیق عطا فرمائے۔ لیکن جو تمہاری علامتیں ہیں نا یہ علامتیں کچھ اچھی نہیں ہیں۔ دیکھ لو عرب بھائیوں کا حال۔ اللہ ان کے گناہوں کو، خطاؤں کو معاف فرمائے۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَلَٰكِنَّ النَّاسَ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ٥ (یونس عہ۴۴) اللہ کسی قوم پر ظلم نہیں کرتے، لوگ اپنے آپ پر خود ظلم کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو

ظالم نہیں ہیں (نعوذ باللہ) وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ٥ (قٓ ۲۹) اُن ہمارے بعض بھائیوں نے خدا سے رشتہ توڑا اور اپنی پہلی قومیت سے رشتہ جوڑا۔ یہ کہتے تھے ہمارے بعض بھائی، ہم پہلے عرب ہیں، پھر مسلمان ہیں۔ حالانکہ امام الانبیاء فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اَلْاِسْلَامُ يَهْدِمُ مَا قَبْلَهٗ۔ اسلام سے پہلے کی ساری باتیں مٹ جاتی ہیں۔ صحابہ نے تو اپنی عمروں کو مٹایا۔

ایک صحابی بیٹھے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس۔ دوسرے نے پوچھا اس سے کہ سنا بھائی تیری کتنی عمر ہے؟ اس نے کہا جی تین سال۔ اس نے بڑے تعجب سے کہا کہ بھائی بوڑھے ہو، دانت گر چکے ہیں، داڑھی سفید ہو چکی ہے اور تم صحابی ہو کر یہ کہتے ہو؟ فرمایا تعجب کی کون سی بات ہے؟ ستّر سال تک میں کافر رہا۔ تین سال ہوتے ہیں کہ میں نے لا الٰہ الّا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا ہے تو میری عمر تین ہی سال ہوئی نا بھائی! یہ ہے جذبہ، یہ ہے اعتماد اللہ کی ذات پر۔ اب ہم کہاں ملاتے ہیں اپنی ثقافت کے رشتے؟ کوئی کہتا ہے کہ جی ہم دو ہزار سال کی جوبلی منا رہے ہیں کیونکہ ہماری حکومت دو ہزار سال سے قائم ہے، کسی نے کہا جی ہماری حکومت تین ہزار سال سے قائم ہے۔ او نہیں۔ میری حکومت اس وقت سے قائم ہے جس وقت سے لا الٰہ الّا اللہ محمد رسول اللہ قائم ہوا اُس سے پہلا دور تو کفر کا دور ہے جاہلیت کا دور ہے، وہ تو بے تمدّنی، بے تہذیبی کا دور ہے، اس دور کو ہم اپنے لئے باعثِ فخر سمجھیں؟ تو بھائی پھر اللہ تعالےٰ تو ذرا تھوڑی سی تنبیہ کرتے ہیں کہ اچھا تُو اپنے اعتماد پر بھی کڑ کر دیکھ لے، اگر تجھ میں کچھ اعتماد ہے تو میدان میں آ جا۔

تو قرآن مجید نے کیا فرمایا —

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ۔ پس جب گذر جائیں یہ عزت والے چار مہینے، جن کی کہ تمہیں عزت کرنی چاہیے۔ عہد و پیمان کے اعتبار سے، پس مارو تم مشرکوں کو۔

حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ — جہاں کہیں تم ان کو پاؤ۔ یہ آخری حربہ ہے، کلام میں اسے مقدم رکھا گیا ہے۔ آگے کیا ہے؟ وَخُذُوْهُمْ۔ اور پکڑو ان کو۔ وَاحْصُرُوْهُمْ۔ اور ان کو گھیرے میں دو۔ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ۔ اور ان کے لئے ہر مورچے میں بیٹھو۔ کوئی مورچہ خطا نہ جائے۔ جس مورچے سے وہ سر نکالیں تم ان کو کچلنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اس کے بہت سے ترجمے ہیں۔ مقصد میں عرض یہ کر رہا تھا حضرت تھانویؒ کی تشریح کے مطابق۔ اور اس کی جو تفسیر فرمائی وہ قرآن کے مطابق ہے۔ قرآن سے اس کا استنباط ہے مقصد یہ ہے کہ تم ان کے لئے ہر مورچے پر تیار ہو کر ڈٹو۔ تم ان کا عرصۂ حیات تنگ کر دو۔ اور تم ان کے سامنے ایسے آؤ کہ وہ تمہیں دیکھ کے ڈر جائیں۔ تم شہباز ہو۔

نگاہِ عشق دلِ زندہ کی تلاش میں ہے
شکارِ مُردہ سزاوارِ شہباز نہیں

(میرا خیال ہے اقبال کا شعر ہے) مگر افسوس ہے کہ شہباز مردہ گدھوں سے بھاگ گئے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَؕ یہ قوتِ ایمانیہ کی کمزوری تھی۔ فرمایا کہ تم ان کے لئے ہر مورچے میں بیٹھو، تم ان کا عرصۂ حیات تنگ کر دو۔ اور تم ان کو پکڑو، ان بدمعاشوں کو پکڑو جہاں بھی تمہیں ملیں تاکہ وہ تنگ ہو کر بھی اگر پڑھیں گے لا الٰہ الّا اللہ محمد رسول اللہ، تو اس سے بھی ان کی عاقبت بن جائے گی۔

یہ لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ قف کے خلاف نہیں ہے۔ لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ کا تو یہ مطلب ہے کہ دین میں ہم نے کوئی زبردستی نہیں رکھی۔ دین میں ہم نے کوئی ایسی پابندی نہیں کی کہ مسلمان دین کو چھوڑ سکے لیکن ایسی کیفیت میں اگر ہم کھلی چھٹی دے دیں ہم کافروں کو کھلی چھٹی دے دیں، دین کے دشمنوں کو، اور یہ کہتے پھریں جی لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ قف لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ قف۔ یہ پتہ نہیں کہاں سے مسلمان نے اس مسئلے کو سمجھ لیا۔ بھائی! گھروں میں چوہوں کو مارتے ہو کہ نہیں؟ یہ مکھیوں کو مارتے ہو کہ نہیں؟ مکھیاں کہہ دیں کہ بابو صاحب! لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ قف کیا جواب دوگے؟ چیونٹی چڑھ آئی تمہارے پلاؤ اور زردے کی ڈشوں پہ اور چیونٹی نے کہا جی لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ قف۔ مولوی صاحب! بابو صاحب! مجھے کیوں مارتے ہو — کسی چور نے آپ کا کوٹ اتار لیا۔ آپ کہتے ہیں خبردار! "جی لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ قف"۔ موٹر چھین لی۔ "جی لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ قف" کیا مصیبت بنا رکھی ہے؟ لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ قف کا یہ مفہوم ہے؟ قرآن تو مسلمانوں کو سبق دیتا ہے وَلَكُمْ فِى الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ۔ تمہارے لئے بدلہ لینے میں زندگی ہے۔ اگر تم بدلہ لینے پر قادر ہو، دنیا میں کامیاب رہوگے۔ اگر بدلہ لینے پر قادر نہ ہوئے تو دنیا سے مٹ جاؤگے۔

تو فرمایا کہ تم ان کے لئے عرصۂ حیات ایسا تنگ کر دو کہ وہ سمجھ جائیں کہ اسلام کو غلبہ حاصل ہے اگر وہ یہ سمجھ گئے اور انہوں نے اس بات کا عہد کر لیا کہ ہمارے لئے کوئی جائے پناہ نہیں۔ ہم اسلام قبول کرنے کو تیار ہیں۔ بڑی اچھی بات ہے — فَاِنْ تَابُوْا — پس اگر وہ توبہ کریں کفر سے، یعنی مسلمان ہو جائیں لا الٰہ الّا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیں، تو پھر کیا ہے؟ اس کے پڑھنے پر تم پھر چھوڑ دو؟ فرمایا نہیں نہیں۔ ابھی ان کو پکا مسلمان بناؤ۔ پکا مسلمان کیسے بنے گا؟ (باقی آئندہ)

اسلامی مساوات

جناب محمد حفیظ اللہ، پھلواری

جب امیرالمومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مصر کی فتح کا ارادہ کیا تو اوّل صلح کا پیغام دے کر ایک وفد حاکم مصر کے پاس بھیجا۔ جس کا سردار عبادہ کو قرار دیا جو حبشی تھے۔ یہ وفد حاکم مصر کے سامنے آیا تو اس نے کہا کہ "اس حبشی کو نکال دو"، وفد کے لوگوں نے کہا "یہی ہمارا سردار ہے اور جو کچھ یہ کہے گا اس کے ہم پابند ہیں"۔ حاکم مصر حیران ہوا اور پوچھا کہ "تم نے ایک حبشی کو اپنا سردار کیونکر بنا لیا" انہوں نے کہا "ہمارے درمیان قومیت یا رنگ پر عزت نہیں بلکہ فضیلت تقوےٰ پر ہے اور یہ حبشی ہم سب پر افضل الرائے ہے"۔

فارس کی جنگ میں مغیرہؓ بن شعبہ رستم کے پاس سفیر بنا کر بھیجے گئے۔ مغیرہؓ دربار میں پہنچے تو بلا جھجک رستم کے برابر تخت پر بیٹھ گئے۔ درباریوں میں ہل چل مچ گئی اور انہوں نے مغیرہؓ کو تخت سے اتارنا چاہا۔ مغیرہؓ نے کہا "ہمارے یہاں تو ایک دوسرے کو غلام بنانے کا دستور نہیں۔ ہم عرب لوگ آپس میں برابر ہیں۔ ایک دوسرے کو غلام نہیں بناتے"

واقعہ اجنادین میں رومی سپہ سالار نے ایک جاسوس کو مسلمانوں کے حالات دریافت کرنے کے لئے بھیجا وہ جاسوس اسلام کے سچے نمونوں کو یعنی صحابہؓ کو دیکھ کر جب واپس ہوتا ہے تو رومی سپہ سالار سے ایک تحیّر کے عالم میں کہتا ہے:۔

"یہ لوگ رات کو راہب عبادت گذار اور دن کو فوجی سوار ہیں۔ اگر ان کے بادشاہ کا لڑکا بھی چوری کرے تو ہاتھ کاٹیں۔ اور اگر زنا کرے تو پتھراؤ کریں۔

حضرت معاذؓ بن جبل نے رومی دربار میں فرمایا تھا:۔

"ہم نے جس کو بادشاہ بنایا ہے وہ کسی بات میں اپنے آپ کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ وہ پردہ میں نہیں بیٹھتا، اپنے آپ کو ہم سے بڑا نہیں سمجھتا، مال و دولت میں اس کو ہم پر کوئی ترجیح نہیں"۔

یہ ہے اسلامی مساوات کا عملی نمونہ۔

ایک بار امیرالمومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہٗ بیٹھے ہوئے گفتگو کر رہے تھے۔ ایک یہودی آیا اور امیرالمومنین سے کہا۔ "میں علی (رضی اللہ عنہ) پر دعوےٰ کرنے آیا ہوں"۔

امیرالمومنینؓ نے حضرت علیؓ کی طرف دیکھ کر فرمایا:۔

"ابوالحسن! سامنے کھڑے ہو کر جواب دہی کرو"۔

حضرت علیؓ اٹھے اور امیرالمومنینؓ کے سامنے جواب دہی کے لئے کھڑے ہو گئے۔ لیکن آپ کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔

یہودی نے اپنا دعوےٰ پیش کیا لیکن وہ جھوٹا ثابت ہوا۔ یہودی چلا گیا تو امیرالمومنینؓ نے حضرت علیؓ سے فرمایا:۔

"جب آپ کو جواب دہی کے لئے کھڑے ہونے کو کہا گیا تو آپ ناخوش کیوں نظر آ رہے تھے۔ کیا عدالت میں یہودی کے برابر کھڑے ہونے میں عار محسوس ہوتا تھا؟"

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔

"نہیں نہیں۔ یہ بات نہ تھی۔ آپ نے مجھے "ابوالحسن" کہہ کر کھڑے ہونے کو کہا تھا۔ اس لئے مجھے خیال ہوا کہ کہیں یہودی یہ نہ سمجھے کہ مدعا علیہ کا خاص لحاظ ہے جو مدعی کے مقابلہ میں اسے عزت سے مخاطب کیا گیا اس کا ایسا سمجھنا ہماری عدالت کی شانِ معدلت کے خلاف ہوتا"۔

ایک بار امیرالمومنین حضرت عمر فاروقؓ رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر کی امارت کے لئے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص الزہری القریشی کو منتخب فرمایا۔ سعدؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں تھے۔ سعدؓ بن ابی وقاص کو امارت سونپنے کے بعد حضرت عمرؓ نے انہیں نصیحت فرمائی اور فرمایا:۔

"تمہیں لوگوں کا یہ کہنا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں اور ان کے صحابی ہو۔ اللہ کی جانب سے دھوکہ میں نہ ڈال دے کیونکہ اللہ برائی کو برائی کے ذریعہ نہیں مٹاتا بلکہ برائی کو اچھائی کے ذریعہ مٹاتا ہے اور اللہ اور انسان کے درمیان کوئی نسب نہیں سوائے اطاعت کے، تمام انسان اللہ کے دین میں برابر ہیں وہ سب اللہ کے بندے ہیں۔ اس کے نزدیک اطاعت سے وہ فضیلت حاصل کرتے ہیں۔ اور جو انہوں نے اطاعت کی ہے وہ اسے پا لیں گے۔ تم ان کاموں پر غور کرو جن کی تم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پابندی کرتے دیکھا ہے اور انہیں لازم پکڑ لو"۔

جب عین نماز کے وقت ایک بدبخت نے امیرالمومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خنجر مارا اور آپ امامت سے مجبور ہوئے تو حضرت صہیبؓ رومی کو اپنی جگہ پر کھڑا کر دیا اور وصیت فرمائی کہ حضرت صہیبؓ ہی ان کے جنازے کی نماز پڑھائیں۔ اور اہل شوریٰ جب تک مسئلہ خلافت کا فیصلہ نہ کریں یہی خلافت کے فرائض انجام دیں۔ اس کام میں تین روز کا عرصہ لگا اور آپ تین دن تک نہایت خوش اسلوبی سے اس فرض کو انجام دیتے رہے۔

دیکھو، یہ مساوات کے کیسے حیرت انگیز

نمونے ہیں۔ کیا تاریخ کوئی ایسی مثال پیش کر سکتی ہے؟

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خداترسی، خوفِ خدا اور انصاف پسندی کا یہ حال تھا کہ ایک دفعہ غلام کے کسی قصور پر بغرضِ تنبیہ اس کا کان مروڑ دیا۔ اس کے بعد آپ کو کچھ خیال آیا اور غلام سے فرمایا۔

"میں نے تمہارا کان مروڑا ہے تم بھی میرا کان مروڑو۔" غلام نے کہا۔ "بھلا یہ میری مجال کہ میں آپ کے ساتھ ایسی گستاخی کروں۔" آپ نے فرمایا۔ "تم میرا کان مروڑو۔ میں آخرت کے بدلے سے دنیا کے بدلے کو بہتر سمجھتا ہوں۔ غلام نے مجبور ہو کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا کان مروڑا۔ آپ نے فرمایا۔" اس طرح نہیں میں نے زور سے تمہارا کان مروڑا تھا تم بھی میرا کان زور سے مروڑو۔"

یہ تھے اللہ سے ڈرنے والے، عدل و مساوات اور انسانیت کے سچے نمونے۔ کیا آج کے دور میں مساوات و انسانیت کے مدعی اپنے لیڈروں اور حکمرانوں میں حضرت عثمانؓ کا نمونہ پیش کر سکتے ہیں؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہد خلافت میں آپ کی زرہ چوری ہو گئی تلاش کے بعد پتہ چلا کہ ایک یہودی نے زرہ چرائی ہے۔ حضرت علیؓ نے اس یہودی سے اپنی زرہ طلب کی۔ اس نے دینے سے انکار کیا۔ کہا۔ زرہ آپ کی نہیں میری ہے ——

یہودی کی اس جسارت پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دوستوں کو بہت غصہ آیا۔ لیکن آپ نے لوگوں کو خاموش رہنے کی ہدایت فرمائی۔ اور قاضی شریح کی عدالت میں دعوے کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک معمولی آدمی کی حیثیت سے عدالت میں حاضر ہوئے۔ قاضی صاحب نے بھی آپ کا احترام نہیں کیا —— حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک طرف کھڑے ہو گئے۔

قاضی نے یہودی سے سوال کیا "تم پر زرہ کی چوری کا الزام لگایا گیا ہے۔ کیا یہ الزام صحیح ہے؟

یہودی نے انکار کیا۔ کہا "الزام صحیح نہیں۔ زرہ میری ہے۔"

قاضی شریح نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہا۔ "آپ دعوے کے ثبوت میں گواہ پیش کریں۔"

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے صاحبزادے حسن (رضی اللہ عنہ) اور اپنے غلام قنبرؓ کو شہادت میں پیش کیا۔

قاضی شریح نے کہا۔ "باپ کے حق میں بیٹے کی اور مالک کے حق میں غلام کی شہادت قبول نہیں کی جا سکتی۔"

یہ سن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ خاموش ہو گئے اور قاضی شریح نے آپ کا دعوے خارج کر دیا۔ کیونکہ آپ کے پاس دوسرے گواہ نہ تھے۔

یہودی پر اسلامی عدالت کے اس انصاف کا بڑا اثر ہوا۔ اس نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہا۔

"آپ کا دعوے بالکل حق پر ہے۔ زرہ میری نہیں آپ ہی کی ہے۔ میں اسلامی عدالت کا انصاف دیکھنا چاہتا تھا۔"

اس کے بعد یہودی نے اسلام قبول کر لیا۔

سبحان اللہ! کیا ہی اچھا زمانہ تھا کہ ہر فرد و بشر سچی بات پر جان دیتا تھا۔ خود خلیفہ وقت کا اپنے بنائے ہوئے قاضی کے سامنے مدعی بن کر جانا، قاضی کا خلاف میں مقدمہ کا فیصلہ کرنا اور ذرا خیال تک دل میں نہ لانا اور پھر خلیفۂ وقت کا اس کو ذلت نہ سمجھنا، کیا معمولی باتیں ہیں۔

ایک دن امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ حسب معمول معمولی کپڑے پہنے بازار جا رہے تھے۔ ایک شخص جو آگے جا رہا تھا آپ کو دیکھ کر تعظیماً آپ کے پیچھے ہو گیا۔ آپ نے اس شخص سے فرمایا۔ "میرے برابر چلو" اس نے عرض کیا۔

"امیرالمومنین! میں تو احترام اور تعظیم کے طور پر پیچھے چل رہا ہوں۔"

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا "یہ طریقہ درست نہیں۔ یہ حکمران کے لئے فتنہ اور مومن کے لئے ذلت ہے۔" اس کے بعد آپ نے اس شخص کو اپنے برابر چلنے پر مجبور کیا۔

بقیہ: مجلسِ ذکر

حکومت قائم کرنے میں جن اخلاقِ کریمانہ کا نمونہ پیش فرمایا اس کی مثال تاریخ میں ڈھونڈنے سے نہیں ملتی۔ حضورؐ کا ارشادِ گرامی ہے۔ اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ اور واقعی وہ فریضہ آپؐ نے انجام دے دیا۔

حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پوچھا گیا۔ دین کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ "اخلاق"۔ تین بار پوچھا گیا۔ تینوں بار آپؐ نے فرمایا۔ "اخلاق"

تواضع اور فروتنی

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی اور مسلمانوں کو حکم دے رکھا تھا کہ اپنے کام خود کیا کریں، دوسروں پر دھونس نہ جمائیں۔ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے اپنے پیرہن مبارک پر پیوند لگاتے۔ اپنے جوتے تک گانٹھ ڈالتے رہے۔ کپڑے دھوتے گھر میں ازواجِ مطہرات کا ہاتھ بٹاتے۔ بیوگان اور یتامٰی کے سودے سلف تک لا کر دیا کرتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ میں اس طرح گھل مل کر بیٹھتے اور تواضع اختیار کرتے کہ باہر سے آنے والا پہچاننے میں وقت محسوس کرتا اور اُسے پوچھنا پڑتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟ بعض صحابہؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) دُور دراز سے لوگ آتے ہیں۔ وہ پوچھ پوچھ کر پریشان ہوتے ہیں کیا ہم آپؐ کے لئے ایک اونچی جگہ نہ بنا دیں تا کہ لوگ جناب کو پہچان لیا کریں؟" تو آپؐ نے اس مشورے کو پسند کیا اور آپؐ کے لئے مٹی کا ایک چبوترہ بنا دیا گیا جس پر صحابہؓ کے ساتھ آپؐ نزولِ اجلال فرماتے اور دور سے آنے والا آسانی سے پہچان لیتا مختصر یہ کہ ؎

نہد شاخِ پُر میوہ سر بر زمیں

حضرت رحمۃ اللہ علیہ یہ مصرع پڑھا کرتے تھے کہ جس کو اللہ تعالیٰ علم دین، دولت دین، عمل کی توفیق دیں تو اس میں اکڑ خوں اور غرور و نخوت نہیں بلکہ تواضع، انکساری اور فروتنی ہونی چاہیے کیونکہ انسانیت کا خاصا یہ ہے۔ بڑائی تو اللہ کی ذات کو سجتی ہے۔

(اللہ سب سے بڑا ہے) ؎

بُت کریں آرزو خدائی کی؟
ذات ہے فقط تیری کبریائی کی!

ہمارے اکابر کا انکسار

حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے آپ کو سب سے زیادہ "گنہگار" "سیاہ کار" کہا کرتے تھے۔ اپنا نام لکھتے بھی تو "احقر الانام" کے ساتھ۔ یعنی یہ نہیں کہ انسانوں ہی میں سب سے حقیر بلکہ کائنات میں ہر چیز سے کم تر۔ "انام" یعنی مخلوق میں سب سے ادنیٰ، اسی طرح حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اپنے نام مبارک کے ساتھ لکھا کرتے تھے۔ "ننگ اسلاف" (تمام بزرگوں کے لئے ننگ و عار) حالانکہ انہوں نے ہی دین کے وقار کو بلند سے بلند مرتبے تک پہنچایا اور بلاشبہ اپنی ذات کے حلم و انکسار اور زندگی بھر عظیم قربانیوں کے صدقے اور قوم کی انتھک خدمت، مہمان نوازی کی بلند روایات کے ساتھ علماء کرام کے مرتبہ و مقام کو چار چاند لگائے۔ حالانکہ اس دور میں ان سے بڑا روایت و درایت حدیث کا کوئی استاد و امام نہ تھا۔ اور پورے وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ اس زمانے میں عرب (مدینہ منورہ) عجم (دارالعلوم دیوبند، کلکتہ اور بنگال) میں ان سے جس قدر طلباء نے علم حدیث پڑھا ہے دوسرے کسی بزرگ سے اتنی تعداد نہ پڑھا ہو گا۔

اس دور کی دوسری عظیم شخصیت حضرت مولانا حسین علی صاحب (واں بھچراں والے) تھے۔ بہت بڑے عالم اور موحد تھے۔ اللہ نے ان سے دین کی بہت بڑی خدمت لی۔ لیکن سادگی اور قناعت کا یہ عالم تھا کہ خود زمین میں ہل چلاتے۔ کاشت کرتے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ اپنے دستِ مبارک سے گائے بھینسوں کے گوبر سے اُپلے بناتے۔ اپنے نام کے ساتھ "لاشئی" لکھتے تھے۔

اسی طرح دوسرے اکابر کو آپ دیکھ لیں۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو دنیا "شیخ الہند" کے لقب سے یاد کرتی اور وہ اپنے آپ کو "بندۂ آثم محمود" لکھا کرتے تھے۔ سو یہ تواضع و انکسار جو علماء کبار کو ہمیشہ نصیب رہا ہے بہت

(اخلاقِ نبویؐ کا منظوم مرقع)

عفو و کرم

برکت علی خان شمیم
ایم اے

سفر میں آنحضورؐ اک روز محوِ استراحت تھے
صحابہؓ سے الگ ویرانہ میں اک پیڑ کے نیچے
کمر سے کھول کر تلوار لٹکائی تھی ٹہنی پر
بہ ظاہر ختم تھے اس وقت سب ساماں حفاظت کے
یکایک ایک کافر غورث ابن حارث آ پہنچا
اتاری شاخ سے تلوار اور کھٹ سے بڑھا آگے
"بچا سکتا ہے مجھ سے اے محمدؐ! کون اب تجھ کو"
جگایا آپؐ کو اور تیغ لہرا کر کہا اس نے
اُٹھے جذبے سے حضرتؐ اور فرمایا "مرا اللہ"
یہ سننا تھا کہ چکرا کر گرا وہ خوف و وحشت سے
گری تلوار اس کے ہاتھ سے اس لڑکھڑاہٹ میں
اچک لی آپؐ نے تیزی سے قبل اس کے کہ وہ اُٹھے
وہی تلوار اس کے سینہ پر رکھ کر یہ فرمایا
"کہو غورث! بچا سکتا ہے تجھ کو کون اب مجھ سے"
ندامت سے وہ چپ تھا اور کچھ کہنے سے ڈرتا تھا
کہ اتنے میں جناب رحمۃ للعالمینؐ بولے
رہا کرتا ہوں تجھ کو جا کہ میں بدلہ نہیں لیتا
مجھے انداز سکھلائے ہیں حق نے عفو و رحمت کے
رسولِ پاک کی پاکیزہ سیرت واہ، کیا کہنا
اسی سیرت کا خاصا ہے کرم کرنا، ستم سہنا

بڑی نعمت ہے۔ امراض روحانی کا جہاں اور سلسلہ ہے وہاں تواضع کا نہ ہونا بھی ایک روحانی مرض ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی عاجزی دنیا کو سکھائی۔ فروتنی اور عاجزی اللہ والوں کا شیوہ ہے۔ جو اللہ والوں کے سامنے آئے ان سے اللہ اللہ سیکھے۔ اُسے چاہیئے کہ اس خُلق یعنی تواضع کو بدرجۂ اتم اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرے۔

•

بقیہ: صد احادیث نبویؐ

عائشہ رضؓ سے دریافت کیا گیا کہ میں اپنے متروکہ مال کے متعلق کچھ وصیت کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت صدیقہ رضؓ نے فرمایا کہ تیرے پاس کتنا مال ہے؟ اس نے کہا تین ہزار درہم۔ فرمایا کہ تیرے کنبہ کے افراد کتنے ہیں۔ سائل نے کہا کہ چار نفر ہیں۔ حضرت ام المومنین رضؓ نے فرمایا کہ یہ مال تو بہت ہی تھوڑی چیز ہے۔ اس کو اگر اپنے ورثار کے لئے ہی رہنے دو تو بہت ہی بہتر ہے۔

نوٹ:۔ اس سے معلوم ہوا کہ اپنے متروکہ مال میں سے جائز ورثاء کو محروم کرنا گناہ اور ان کے لئے کچھ چھوڑ جانا پسندیدہ اور بہترین عمل ہے۔ (ص ۱۷۴ ج ۱ ادر منثور)

نائب مدرس کی ضرورت

مسجد خضراء سمن آباد لاہور میں بچوں کی دینی تعلیم کے لئے ایک ہمہ وقتی نائب مدرس کی ضرورت ہے۔

تنخواہ کا گریڈ:۔ ۱۰۰-۵-۱۵۰ روپے ہوگا۔

تعلیمی استعداد:۔ امیدوار کے لئے مڈل پاس ہونا ضروری ہے تاکہ پرائمری کے بچوں کو اردو حساب بھی پڑھا سکے۔ قاری اور حافظ ہونا ضروری ہے۔ میٹرک پاس کو ترجیح دی جائے گی۔

عمر:۔ کم از کم ۲۵ سال ہو شادی شدہ ہونا ضروری ہے

•

امام مسجد کی ضرورت

تنخواہ کا گریڈ:۔ ۲۰۰-۱۰-۳۰۰-۱۵-۴۵۰ روپے ہوگا۔ رہائش کا انتظام جس میں بجلی اور پانی کا خرچ بھی شامل ہے مسجد کمیٹی کے ذمہ ہوگا۔

تعلیمی استعداد:۔ کسی مستند دینی ادارے مثلاً جامعہ اشرفیہ وغیرہ سے فارغ التحصیل ہوں۔ علوم حاضرہ سے پوری طرح باخبر ہوں۔ خطابت کے فرائض سرانجام دے سکتے ہوں حافظ اور قاری کو ترجیح دی جائے گی۔

عمر:۔ کم از کم ۲۵ سال ہو۔ شادی شدہ ہونا ضروری ہے۔ درخواستیں بمعہ نقول اسناد ۵ اگست ۷۸ء تک صدر مسجد کمیٹی ہذا کے نام مندرجہ ذیل پتہ پر پہنچ جانی چاہیئں

جنرل سیکرٹری مسجد خضراء ۲۸/۷ سمن آباد لاہور۔

(محمد اسلم وائیں)

بقیہ: پاک کمائی

ہو سکتیں جو وہ اپنے بیٹے میں دیکھنا چاہتی تھیں۔

اب کیا کریں، آخر ایک ترکیب سمجھ میں آئی۔ انہوں نے اپنا زیور بیچ دیا۔ جو ان کے نزدیک حلال کمائی کا تھا۔ پھر اس روپے سے ایک بکری خریدی اور علامہ اقبال کو اسی کا دودھ پلانے لگیں۔ آخر ابا نے چند مہینوں کی دوڑ دھوپ کے بعد دوسرا کاروبار کر لیا۔ جب جاکر اپنا دودھ پلانے لگیں۔

امی جان کی اس احتیاط کا اثر تھا کہ ان کی گود میں پلنے والا بچہ اتنا درد مند دل رکھنے والا ہوا کہ اس کی شاعری کا دلوں پر اتنا اچھا اثر پڑتا ہے۔ (رضوان نکمعو)

بچوں کا صفحہ

ماں کی دعا

واصف خلیل

رات کا پچھلا پہر تھا، دنیا کی ہر چیز پر سکون تھی- کبھی چوکیدار کی آواز کانوں سے ٹکراتی ہوئی نکل جاتی تھی- قریب ایک سمت سے ایک درد بھری نسوانی آواز آرہی تھی جس میں بلا کا درد و اثر تھا- ایک عورت بڑے کرب اور بے چینی کے ساتھ اپنے مالک کے آگے ہاتھ پھیلائے دعا مانگ رہی تھی-

اے میرے مالک! جس کے قبضہ قدرت میں سب کچھ ہے، جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہے ذلیل کرتا ہے- جس کو چاہتا ہے بادشاہت کا تاج پہنا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے دردر کی ٹھوکریں نصیب کرتا ہے- اے وہ مالک جس کے ہاتھ ہدایت و ضلالت دونوں ہیں چاہے تو ہدایت دے اور چاہے تو گمراہ کردے- میں تیری ناچیز اور گنہگار بندی ہوں- تو نے مجھ پر بے انتہا احسانات کئے، کسی ایک احسان کا بھی بدلہ دینا چاہوں تو نہیں دے سکتی- تیری نعمتوں کو گنتا چاہوں تو گن نہیں سکتی- اے پاک مولا میری زندگی کا ٹھیک نہیں ہے- تو جب چاہے بلالے میں تیار ہوں- مگر بے بسوں کے سہارے، رحمت و مغفرت کی بارش کرنے والے، ماں باپ سے زیادہ شفیق میری ایک التجا ہے سن لے-

اے اللہ مجھ کو ایمان کی دولت عطا فرما- میں فقیر و بے نوا ہوں، تیرے سوا کوئی میرا نہیں- دنیا میں سب ہیں، بھائی ہیں، شوہر ہے، اولاد ہے مگر یہ صرف دنیا میں کام آنے والے ہیں قیامت میں کوئی کام نہ آئے گا- میری یہ سب سے بڑی خواہش ہے کہ میں جب اس دنیا سے رخصت ہوں تو ایمان کی حالت میں-

اے اللہ! تو ہی رحمت کے پردے میں میرے گناہوں کو چھپا لے، ان کو زائل کردے- دوزخ کی آگ سے مجھ کو بچا- اے اللہ! میری بیقراری و آہ و زاری کی لاج رکھ لے، تو نے اگر نہ بخشا تو میرا کہیں ٹھکانا نہیں- اے رؤف و رحیم! میرے ان آنسوؤں پر جو تیرے خوف سے بہہ رہے ہیں رحم فرما-

اے میرے مالک! مجھ کو نہ دولت کی ضرورت ہے نہ عزت و جاہ کی حاجت، نہ کسی کی خدمت مطلوب ہے صرف رضا اور تیری رضا چاہتی ہوں-

اے دونوں جہان کے مالک میری اولاد ہے، ہر ماں اپنی اولاد کو دل و جان سے چاہتی ہے اور میں نے بھی خون جگر سے ان کو پروان چڑھایا ہے، ان کے آرام کو اپنے آرام پر ترجیح دیتی ہوں- لیکن میں دنیا میں ان کو امیر ترین نہیں دیکھنا چاہتی- میں صرف یہ نہیں دیکھنا چاہتی کہ یہ دنیا کی عزت و جاہ کے اعتبار سے اعلیٰ مراتب پر فائز ہوں- میں تو یہ چاہتی ہوں کہ تو ان کو نیک اطوار بنا- ان کو ایمان کی دولت سے نواز دے، یہ زندہ رہیں پھولیں پھلیں مگر تیرے بن کر، اور تیرے دین کے پرستار ہو کر-

بار الہا! میں جب ان کی ایک انگلی جلتی ہوئی دیکھ نہیں سکتی تو کیسے میری ممتا یہ برداشت کر سکتی ہے کہ یہ دوزخ کی ہولناک آگ میں جلیں- جب میں ان کے کپڑوں اور چہرے کو غبار آلود دیکھنا گوارا نہیں کر سکتی تو کیسے قیامت میں ان کو مغموم اور متفکر دیکھ سکتی ہوں-

اے میرے رحیم و کریم مولیٰ! ہمارے ان معصوم بچوں پر رحم فرما- ان کو اپنے نیک بندوں میں کر، ان کو دنیا کی ذلتوں سے بھی بچا اور آخرت کے عذاب سے بھی محفوظ رکھ-

اے اللہ! میں دنیا کے سارے فتنوں آزمائشوں اور تکلیفوں سے حفاظت مانگتی ہوں- ان بچوں کو اپنی حفاظت میں رکھ- ان کو علم و دین کی دولت سے نواز، یہ تیرے بندے ہیں اور تو ان پر ان کے ماں باپ سے زیادہ شفیق ہے- میں تیری اس شفقت کا واسطہ دے کر دعا کرتی ہوں کہ میرے بعد یہ میری آرزوؤں اور تمناؤں کو رسوا کرنے والے نہ بنیں- بلکہ میری روح کی تازگی کا باعث میری آنکھیں ان سے ٹھنڈی ہوں اور دل ان کے نیک کاموں سے باغ باغ ہو- اے اللہ!

میں ان کو صرف تیری حفاظت میں کرتی ہوں تو ان کا نگہبان اور پالن ہار ہے- اور پھر اس نیک اطوار ماں کی آواز رندھ گئی- ادھر قریب محلہ کی مسجد سے خوش الحان مؤذن کی آواز سنائی دی اللہ اکبر اللہ اکبر اور میری زبان سے بیساختہ نکلا:

مؤذن مرحبا بر وقت بولا!
تیری آواز مکے اور مدینے!

(رضوان لکھنؤ)

پاک کمائی

نائل خیرآبادی

علامہ اقبال کی تو کئی نظمیں آپ پڑھ چکے ہوں گے- ممکن ہے کچھ شعر زبانی بھی یاد ہوں- آپ ہمارے ایک بہت ہی اچھے شاعر گزرے ہیں- آپ کی شاعری میں بڑا اثر تھا- اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کو بے حد محبت تھی وہ سب کا بھلا چاہتے تھے- مسلمانوں کے لئے آپ کے دل میں بہت زیادہ درد تھا- وہ اسلام اور مسلمانوں کو سربلند دیکھنا چاہتے تھے اسی کے لئے وہ ہمیشہ سوچا کرتے تھے اور اچھی اچھی نظمیں لکھ کر دلوں کو گرماتے رہتے تھے- ان کی نظمیں پڑھنے سے اچھا بننے اور اسلام کا بول بالا کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے- علامہ اقبال کے اندر یہ خوبی ان کی امی جان کی اچھی تربیت ہی سے پیدا ہوئی تھی- ان کی امی جان بہت پاکباز عورت تھیں وہ اپنے بیٹے کو سب سے بڑھ چڑھ کر دیکھنا چاہتی تھیں- ایسا تو سب کی مائیں چاہتی ہیں- لیکن علامہ اقبال کی امی جان نے شروع ہی سے اس کی پوری کوشش کی-

علامہ اقبال کے ابا میاں کی کمائی کچھ مشتبہ تھی- ان کی امی جان اس کمائی کو پورے طور پر حلال نہیں سمجھتی تھیں اس لئے اپنے میاں سے اس کاروبار کو چھوڑ کر کوئی دوسرا حلال کاروبار کرنے کے لئے برابر کہتی رہتی تھیں- لیکن ابھی کوئی دوسرا انتظام نہیں ہو سکا تھا کہ علامہ اقبال پیدا ہو گئے- اب ان کو دودھ پلانے کا سوال تھا- امی جان کو یہ کسی طرح پسند نہیں تھا کہ بچے کو اپنا دودھ پلا کر ایسی روزی سے پالیں جو ان کے نزدیک پورے طور پر پاک نہ تھی- وہ جانتی تھیں کہ ایسی روزی سے پل کر بچے میں وہ خوبیاں کبھی پیدا نہیں

باقی صفحہ ۱۸

ٹیلیفون ۶۷۵۲۵ — ۲۰ — ۲۶ جولائی ۱۹۶۸ء

چیف ایڈیٹر
عبید اللہ انور

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل ۔ نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۲۶-۸۱ ۲۸۱ مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۲۹/۷۹/۲۰-۲-DD۹ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۲ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر GM۲/۴۲-۵۳۱۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا